

۱۳۷

موج

شاهین



عمران میریہ ۱۳۷

الحق کماہر



فکتنہ یادگار ۱۵۰ مڈانی مارکیٹ اردو بازار لاہور

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس ناول کے تمام کردار، مقامات، واقعات اور پیش کردہ سچویشنز، محض فرضی ہیں۔ کسی قسم کے مطابقت کے صورت میں مصنف یا پرنٹرز ذمہ دار نہ ہوں گے

عبدالملک

صفدر شاہین

خادم پرنٹرز

افضل محمود چٹھہ

۱۶/۵۰ روپے

ناشر

مصنف

پرنٹرز

کتابت

قیمت

محترم قارئین السلام علیکم

ملاحظہ فرمائیں "احمق کمانڈر" یعنی بلیک پرو جیکٹ کے اہم واقعات۔ ناول کے نام سے ہم آپے سمجھ گئے ہوں گے کہ احمق کمانڈر کون ہو سکتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کمانڈر نے اپنے حماقت سے مشن میں کامیابی حاصل کی یا تنویر اور جولیا کی شادی کے پیچھے پڑا رہا۔

گزشتہ ناول "جولیا خطرے میں" کو قارئین نے بے حد پسند کیا ہے۔ اس سلسلے میں قارئین کے سینکڑوں خطوط موصول ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے اظہار پسندیدگی کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ آئندہ ناول میں عمران کے ساتھ میجر پرمود اور کرنل فریدی کو شامل کیا جائے۔ ورنہ وہ میرے ناولوں کا بائیکاٹ کر دیں گے۔ کیونکہ وہ میرے ڈاکٹمنڈ جو بلے نمبر ڈیجیٹل بریگیڈ کے بعد ایک بار پھر ان تین عظیم سرسازوں کو ایک ساتھ دیکھنے کیلئے ترس رہے ہیں۔

مجبور کے انسان سے کیا کچھ نہیں کروا لے۔ ڈیجیٹل بریگیڈ میں بھی میں نے قارئین کے مطالبے سے مجبور ہو کر کرنل فریدی، میجر پرمود اور عمران کو شامل کیا تھا۔ قارئین کی دھمکیوں سے ہم مجبور ہو کر میں نے عمران فریدی کا مشترکہ کارنامہ سپریم جو بلے نمبر "بلڈی ایگل" لکھا تھا۔ اب پھر قارئین

کا مطالبہ ہے تو میں اُسے کا مطالبہ ماننے پر مجبور ہوں۔ چنانچہ
جلد ہی عمر اے، عزیز ہے، پر سود کا مشترکہ کارنامہ پیش کر سنے
کے کوشش کر رہے گا۔ تاکہ قارئین میرے ناولوں کا بائیکاٹ
کرنے کے قابل نہ رہے۔

مصنف کو قارئین کا تعاون حاصل رہے تو بڑے بڑے
شانداز اور کامیاب ناول تخلیق کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔

قارئین کا تعاون جسے ہے کہ میرا ہر ناول پہلے سے زیادہ
پسند کیا جاتا ہے۔ اور میرے پڑھنے والوں کے تعداد میں
امضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ کسی ناول کے پسند اور کامیابی کا

اندازہ اسے کہ سیکے سے نہیں اُسے کے پڑھنے سے ہوتا
ہے۔ اور ایک ناول کو سیکڑوں قارئین پڑھتے ہیں۔ اس

سلسلے میں لائبریری کے مالکان کے رائے اور اُن سے
ناول لے کر پڑھنے والوں کے تعداد میں کسی ناول کا

کامیابی یا ناکامی کا پتا بتا دیتے ہیں

شکریہ
کے جانے کے بعد راجیش ونودے کچھ کہنے ہی
والا تھا کہ اچانک میز پر پڑے لائٹر ٹرانسمیٹر
کے مکمل نشر ہونے لگا۔ راجیش چونکا اور اس نے لائٹر ٹرانسمیٹر
دیکھا کہ آگ کر دیا۔

”ہیو ہیٹ — سنجے کالنگ — اور — ٹرانسمیٹر
نے آواز خارج ہوئی۔“

”کیس سنجے — راجیش ریسپونگ — اور — راجیش
نے جلدی سے کہا

”بائس — ٹیلا کے بارے میں کیا حکم ہے —“

والسلام آپ کا
صفدر شاہین

سنجے نے پوچھا۔
 ”اے فی الحال اپنے پاس رہنے دو۔ میں کچھ دیر بعد
 ہدایت دوں گا۔“ راجیش بولا ”اور اینڈ آل۔“
 اس نے ٹرانسمیٹر آف کر کے میز پر رکھا۔ پھر ونود سے
 بولا:

”ہاں۔۔۔ اب ذرا تفصیل سے بتاؤ۔۔۔ کون کیسے ہلاک
 ہوا اور ایکسٹوئے تم سے کیسا سلوک کیا۔؟“
 ونود نے کنکھار کر گلاباف کیا اور تفصیل سے اپنی گرفتاری
 کا واقعہ بیان کرنے لگا۔ راجیش خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا
 رہا۔

”وہ عمارت کس جگہ ہے جہاں سے تم فرار ہوئے تھے۔؟“
 چند لمحوں بعد راجیش نے سوال کیا
 ”پرنس اسٹریٹ پر۔۔۔ کوٹھی نمبر تین سو دو۔۔۔ گلی نمبر
 پانچ۔۔۔ ونود بولا۔“

”اوہ۔۔۔ تم تو کہہ رہے تھے کہ عمارت کی عقی دیوار پھلانگ
 کر نکلے تھے اور گلیوں گلیوں میں سفر کرتے ہوئے ہوٹل پہنچے تھے۔“
 راجیش چونکا۔

”کیس سر۔۔۔ لیکن عمارت کا پتہ میں نے جوزف کو قتل
 کرنے سے پہلے اس سے معلوم کر لیا تھا۔“

اسی لمحے شیکھر چائے کے برتن اٹھائے کمرے میں داخل ہوا
 اس نے کمرے میں رکھی چٹائی پر برتن رکھے پھر دو پیالیوں میں
 چائے بنا کر میز پر ونود اور راجیش کے سامنے پیالیاں رکھ
 دیں۔ ٹھیک اسی لمحے راجیش نے بیب سے ریوالور نکالا اور
 ونود پر تان لیا۔

”شکم۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔ میں سمجھا نہیں پاس۔؟“
 ونود بوکھلا گیا۔

”میں سمجھا دوں گا۔۔۔ شیکھر اے کور کر لو۔“ دوسرا جلد
 راجیش نے شیکھر سے کہا تھا۔
 شیکھر نے حیران ہوتے ہوئے بیب سے ریوالور
 نکالا اور ونود پر تان لیا۔

”عمران۔۔۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ٹائم بم سے بچنے کے بعد
 تم اتنی جلدی مجھ تک آپہنچو گے۔“ راجیش طنز پر لہجے
 میں بولا۔

اور اس کی بات پر شیکھر بے اختیار اچھل پڑا۔ ونود ٹپٹا
 کر بولا:

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں پاس۔۔۔ میں ونود ہوں۔۔۔
 ”شٹ آپ۔۔۔“ راجیش غروراً ”میک آپ کرنے
 میں میں تم سے کئی درجے زیادہ ماہر ہوں۔۔۔ مجھے میرے

محکمے میں میکساپ کا بادشاہ سمجھا جاتا ہے۔ اس فن میں تم ابھی میرے سامنے نہ ہو عمران۔

”نہیں یار۔ کیوں مذاق کرتے ہو۔“ دفعتاً و نو و آواز بدل کر احمقانہ لہجے میں بولا جو کہ عمران ہی تھا۔

”اس کا ثبوت تمہیں مل جائے گا۔“ میرے کہے ہوئے میکساپ کو تم محسوس بھی نہیں کر سکتے۔“ راجیش بولا ”ہاتھ بلس کر لو۔“

”غیر۔“ چلے پی لو۔ ٹھنڈی ہو رہی ہے۔“ عمران نے کو پی پیال کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

”غیر دار۔“ چلے کو ہاتھ مت لگانا۔“ راجیش غرایا۔
”گگ۔ کیوں۔؟“ عمران گھبرا کر بولا ”کیا اس میں خاندانی منصوبہ بندی کی گولیاں ڈال گئی ہیں۔؟“

”بھو اس بند کرو۔“ راجیش اسے گھورتا ہوا بولا: ہاتھ بند کر لو ورنہ گولی مار دوں گا۔“

”مگر چلے ٹھنڈی۔“ عمران نے کہنا پیا بار۔

”عمران۔“ راجیش اس کی بات قطع کرتا ہوا دھاڑا۔ اور عمران نے بوکھلا کر ہاتھ بند کر لیے۔ شیکھر چہرے سے اسے گھور رہا تھا۔ عمران نے اس کی طرف دیکھا اولے آنکھ مار کر

”یار لیکر۔“ تم ہی کوئی سفارش کرو میری۔“
”بھومت۔“ میرا نام شیکھر ہے۔“ شیکھر غرایا۔
”شیکھر۔“ کسی نے گفتار تعاقب تو نہیں کیا تھا۔“
راجیش نے پوچھا۔

”نوباس۔“ میں چیک کرتا رہتا تھا۔“ شیکھر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”عمران۔“ زندگی چاہتے ہو تو اپنے بیڈ کوارٹر کا پتہ بتا دو۔“ راجیش نے عمران کو گھومتے ہوئے کہا۔

”وہ تو میں پہلے ہی بتا چکا ہوں مسٹر۔“ عمران بولا۔
”اصل پتا بتا دو۔“ راجیش غرایا۔ اسی میں کمٹاری زندگی ملو اور مدار ہے۔“

”اصل کا تو مجھے بھی پتہ نہیں ہے۔“ عمران بولا ”اھہ ی تم مجھے معلوم کر سکتے ہو۔“

”میں تم سے تمہارے شجرہ نسب بھی معلوم کر سکتا ہوں عمران۔“ خاندانی بنجی معلوم ہوتے ہو۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

”گویا تم پتا نہیں بتاؤ گے۔“ راجیش کا لہجہ بار بار تھکا۔
”یار۔“ پتا معلوم کر کے کیا کرو گے۔ مقصد بتاؤ۔“

عمران منہ بنا کر بولا "تم کیوں مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔؟"
 "اپنے آدمیوں کو آزاد کرنا چاہتا ہوں۔" راجیش نے
 گھورتا ہوا بولا۔

"کیا ضرورت ہے۔۔۔ ویسے بھی وہ اب وہاں پہنچ
 چکے ہیں جہاں سے کبھی کوئی لوٹ کر نہیں آیا۔" عمران
 لا پرواہی سے بولا۔
 "اوہ۔۔۔ تو کیا انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔؟" راجیش

چونکا۔

"اور کیا ہم نے ان کا اچار ڈالنا تھا۔" عمران مسکرایا۔
 "بھو اس بند کرو۔" راجیش دھماکا "اگر وہ ہلاک کر دیئے
 گئے ہیں تو تم بھی مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"
 "نک۔۔۔ کیوں۔۔۔ مجھے دفعہ یہ کانٹے لگا رہے ہو یا۔"
 عمران کھانے انداز میں ہنسا۔

"اگر تم نے تین سیکنڈ کے اندر اندر اپنے ہیڈ کوارٹر کا پتہ
 نہ بتایا تو میں فائر کر دوں گا۔" راجیش نے فیصلہ کن لہجے
 میں کہا۔

"تین سیکنڈ تو بہت کم ہیں۔" عمران بولا "کم از کم
 اتنا وقت تو دو کر میں اپنی پیشگی سناڑ جنازہ پر چھ لوں۔"
 راجیش نے جڑے بھینچے اور کوئی جواب دیے بغیر اس نے عمران پر فائر کر دیا

کیپٹن بابر حیرت سے منہ مچاٹے فیاض کے ماتحت
 کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھوں میں
 ہلاسٹک کی پانچ جھجھکیوں کی چھوٹی چھوٹی مٹیلیاں نظر آرہی تھیں
 ان مٹیلیوں میں سفید رنگ کا پاؤڈر بھرا ہوا تھا اور ہر مٹیلی
 میں کم از کم دو سو گرام پاؤڈر تھا۔ یقیناً وہ پاؤڈر ہیروئن تھی۔
 اور فیاض نے اس کی برآمدگی کے لیے وہاں ریڈ کیا تھا لیکن وہ
 ہیروئن کہاں سے آئی تھی اور کچن سے کیسے برآمد ہوئی تھی۔
 کیپٹن بابر نے ایک لمحہ کے لیے سوچا اور پھر اس کی نگاہوں
 کے سامنے آصفہ کا چہرہ گھوم گیا۔

یعنی یہ آصف کی ہی حرکت ہو سکتی تھی۔ اس کا غائب ہونا اور ہیروئن کا وہاں سے برآمد ہونا اس بات کی نشاندہی کر رہا تھا کہ آصف کا مقصد اسے پولیس کے پکڑ میں پھنسانا تھا ہیروئن کی برآمدگی کے بعد یہ ناممکن تھا کہ فیاض نے اسے چھوڑ دیتا جب کہ کیپٹن بابر خود کو سیکرٹ سروس کا اہم بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا سب یہ کہ ایک نواہزت نہ دیتا۔ خون کی تار کٹی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ اکیٹو کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں دے سکتا تھا اور واقعہ ٹرانسپیر پر اکیٹو کو کال کرنا ایکسٹو کا کتاب مول لینے کا مترادف تھا۔

ایک لمحہ کے اندر اندر اس کے ذہن نے کیپٹن کی رفتار سے تمام عوامل پر غور کیا اور پھر اس نے فیاض کی نظر سہا کر واقعہ ٹرانسپیر کا ونڈراؤ باہر کھینچ دیا۔ کانشیل ہیروئن کی تھیلیاں لیے فیاض کے قریب آگیا تھا۔

”یہ کیا ہے؟“ فیاض نے ہیروئن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیپٹن بابر سے متنبہ ہے میں پوچھا۔

”معلوم نہیں۔ شاید کول پاؤڈر سا ہے۔“ کیپٹن بابر نے لاپرواہی سے کندھے اچکاتے۔

”ہوں۔۔۔ یہ پاؤڈر ہے۔“ فیاض نے اسے

گھورائے ہیروئن کو تم پاؤڈر کہہ رہے ہو۔“

”اچھا۔۔۔ تو یہ ہیروئن ہے۔“ کیپٹن بابر نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

”چالاک بننے کی کوشش مت کرو مگر بابر۔۔۔ خود کو گرفتار سمجھو۔“ فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”مگر میرا جرم۔۔۔“ کیپٹن بابر نے مسکرا کر پوچھا۔

”ہیروئن کی اتنی بڑی مقداریں برآمدگی کے باوجود تم اپنا جرم بدل چھ رہے ہو۔“ فیاض نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

”لیکن یہ ہیروئن تو تمہارے ماتحت کی جیسوں میں تھی۔“ کیپٹن بابر نے غصے سے کہا۔

”بھو اس بند کرو۔“ فیاض غزایا، ”ہیروئن تھکے پکن سے نکلی ہے۔“ کہے۔

اسی لمحے ایک دوسرا سپاہی ہاتھ روم سے برآمد ہوا اس کے ہاتھ میں ایک ریوالتور تھا۔ اس نے قریب آکر ریوالتور کیپٹن فیاض کے حوالے کیا اور فیاض ریوالتور کو الٹ پلٹ کر چیک کرنے لگا۔ کیپٹن بابر ریوالتور دیکھ کر پھر پھران رہ گیا۔

”تمہارے پاس اس ریوالتور کا لائسنس ہے۔“ ایک

لوحہ فیاض نے پوچھا۔

”نہیں۔۔۔ یہ میرا ریوالتور نہیں ہے۔“ کیپٹن

بابر نے فنی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”تمہارا نہیں ہے تو یہاں کیسے آگیا۔“ فیاض عنبرایا
 ”کیا تم اب بھی تسلیم نہیں کرو گے کہ تم اسلحہ اور منشیات کے
 اسمگلر ہو۔“ کیوں۔“؟“
 ”ہاں۔“ کیپیٹن بابر نے سخت لہجے میں کہا ”تم مجھ پر
 الزام لگا رہے ہو۔“

”خیر۔۔۔ عدالت میں ثابت ہو جائے گا کہ یہ الزام یا کہ
 حقیقت۔“ فیاض لا پرواہی سے بولا۔
 پھر اس نے اپنے ایک ماتحت سے کہا ”تھکڑی لاؤ او
 اے لگا دو۔“

وہ ماتحت فیاض کا حکم سن کر فلیٹ سے باہر چلا گیا
 کیپیٹن بابر لا پرواہی سے بولا ”اور تلاشی لو۔ شاید
 مزید کوئی ثبوت مل جائے۔“
 ”تمیز سے بات کرو مسٹر بابر۔ تم ایک پولیس آفیسر
 سے مخاطب ہو۔“

”تم جیسے عقل سے پیدل آفیسروں کی ٹیم پر واہ نہیں کیا
 کرتا مسٹر فیاض۔“

”اوہ یوشٹ اپ ڈرٹ ڈاگ۔“ فیاض دھاڑا
 اور اس نے کیپیٹن بابر کے چہرے پر تھپیڑ رسید کر دیا
 لیکن اس کے ہی لمحے کیپیٹن بابر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا وارہا تھ پر رد کیا

”کیپیٹن فیاض۔۔۔ ہوش میں رہو۔ ایسا نہ ہو کہ کل
 صبح کا سورج تمہیں اس وردی کی بجائے سوالات میں دیکھے۔
 اس حرام خور کو پکڑ کر خوب مارو۔“ فیاض نے اپنے
 ماتحتوں کو حکم دیا۔

اس کے تینوں ماتحت جارجانہ انداز میں کیپیٹن بابر کی طرف
 بڑھے۔ اور فیاض پیچھے ہٹ گیا۔
 ماتحتوں نے قریب پہنچ کر کیپیٹن بابر کو پکڑنا چاہا لیکن کیپیٹن
 بابر بھی حرکت کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اس نے تیزی سے
 اچھل کر سامنے والے آدمی کے پیٹ میں لات رسید کی اور وہ درد
 کی شدت سے ٹوڑا مٹا ہوا پشت کے بل فرش پر جا گرا۔ غصے
 ایک سپاہی نے کیپیٹن بابر کو پکڑا ہی تھا کہ کیپیٹن بابر نے بجلی کی
 تیزی سے پلٹ کر اس کی ناک پر مٹکا رسید کر دیا۔ وہ بھی درد سے
 بلبلا مٹا ہوا پیچھے ہٹا ہلا گیا۔ تیسرے نے کیپیٹن بابر کے چہرے
 پر گھونسا رسید کر دیا۔

کیپیٹن بابر غافل نہیں تھا اس نے جلدی سے اس کا گھونسا
 بازو پر روک کر جواباً ایک گھونسا سپاہی کے منہ پر رسید
 کر دیا۔ وہ سپاہی کراتا ہوا منہ پر ہاتھ رکھے پیچھے کی جانب
 پٹھے صوفے پر جا ٹھکرایا۔

”خیر وار۔۔۔“ فیاض ریوالور کی نال کیپیٹن بابر کی طرف

کر رہا ہوا غرایا ہوا۔ مزید کوئی حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔“
اسی لمحے اس کا ماتحت تھکڑیوں کا جوڑا لیے کمرے میں داخل
ہوا۔ فیاض نے اس کی طرف دیکھ کر کہا:
”لے بھکڑی لگا دو۔“ ہیڈ کوارٹر پہنچ کر اس کے سارے
کس و بل نکال دوں گا۔“

سپاہی بھکڑی لیے کیپٹن بابر کی طرف بڑھا اور اس کے
قریب پہنچ گیا۔ بقیہ تینوں سپاہی سنبھل کر کیپٹن بابر کو گھونر
لگے تھے۔

”کیپٹن فیاض۔“ یہ کیا ہو رہا ہے۔“ دفعتاً
دروازے کی طرف سے ایک بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔
سب نے چونکے ہوئے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا
اور کیپٹن فیاض بے اختیار اچھل پڑا جبکہ کیپٹن بابر نے اطمینان
کا سانس لیا اور وایچ کا ونڈراڈ اندر کودا دیا۔ کیونکہ دروازے
میں ایک نقاب پوش کھڑا تھا۔ جو ایکسٹو کے سوا کوئی اور
نہیں ہو سکتا تھا۔

اگلے ہی لمحے کیپٹن فیاض نے نقاب پوش کو سیلوٹ مارا
اور اس کے ماتحتوں نے بھی بوکھلا کر سلام کر دیا۔
”سر۔ آپ۔ یہاں۔“ فیاض بوکھلا ہٹ آمین
لہجے میں بولا۔

”ہاں۔“ تمھاری بابر جیپ دیکھ کر اوپر آ گیا تھا۔
کیا ہو رہا ہے۔“؟ ایکسٹو نے پوچھا۔
”سر۔“ یہ اسلحہ اور منشیات کا اسٹور ہے۔ یہیں ہر صدمہ
سے اس کی تلاش ممتی۔“

”اوہ۔“ کیا واقعی۔“؟ ایکسٹو نے حیرت سے کہا
”جی ہاں۔“ فیاض نے غمزہ لہجے میں کہا: ”یہ دیکھئے
اس سے ایک نامائز ریلو اور ہیر وین برآمد ہوتی ہے۔“
اس نے میز پر پڑی تحلیلیوں اور ریلوور کی طرف اشارہ کیا۔
”ابھی ہم نے اس کے گودام پر بھی ریڈ کرنا ہے۔“
”کیپٹن فیاض۔“ تم نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا
ہے۔ مجھے تمھاری کارکردگی دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔“
ایکسٹو نے کہا۔

”تحقیق یوسر۔“ فیاض بولا جبکہ کیپٹن بابر ایکسٹو
کی بات پر سٹپا گیا تھا۔
”کیپٹن فیاض۔“ تم میرے اختیارات سے واقف ہو
نہیں تھیں اس کارنامہ پر انعام دینا چاہتا ہوں۔“ قبول
کر دیے۔“

”تحقیق یوسر۔“ یہ تو میری عین خوش نصیبی ہوگی۔“
فیاض خوش نظر آ رہا تھا۔

”وہیے اس اسمگلر کا ایڈریس اور اس کی یہاں موجودگی کی خبر تمہیں کس نے دی تھی۔؟“ انکیسٹو نے سوال کیا

”قانون کے ایک نامعلوم ہمدرد نے فون پر اطلاع دی تھی“

فیاض نے بتایا۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ انکیسٹو نے سر بلایا۔“ میں تمہیں آج اور ابھی ایس پی کے عہدہ سے معطل کرتا ہوں۔۔۔ تمہارے یہ چاروں ماتحت بھی معطل۔۔۔“

انکیسٹو کی بات ایک دھماکے سے کم نہ تھی۔ فیاض اور اس کے ساتھی اچھل پڑے تھے اور ان کے چہرے پر بوکھلاہٹیں ناچنے لگیں تھیں۔

”م۔۔۔ میں۔۔۔ سمجھا نہیں سکا۔۔۔!“ فیاض ہکلا یا۔

”شٹ اپ۔۔۔!“ انکیسٹو غضبناک انداز میں دھاڑا۔

”جس پر تم اسمگلر ہونے کا الزام لگا رہے ہو وہ سیکرٹ سروس کا ممبر کیپٹن بابر ہے اور اس کا عہدہ تمہارے ڈائریکٹر جنرل سے بھی زیادہ ہے۔۔۔“

کیپٹن فیاض نے بوکھلا کر کیپٹن بابر کی طرف دیکھا اور اسے سیلوٹ مارتے ہوئے بولا:

”جی۔۔۔ جناب۔۔۔ آپ نے بتایا نہیں تھا۔۔۔ میں بہت شرمندہ اور معافی کا طالب کار ہوں۔۔۔“

کیپٹن بابر کچھ نہ بولا۔ اسے فیاض پر غصہ آ رہا تھا لیکن وہ یہ بھی سمجھتا تھا کہ فیاض بے قصور ہے۔۔۔ انکیسٹو نے فیاض سے کہا:

”فیاض۔۔۔ اس وقت تم ایس پی نہیں ہو۔۔۔ اگر تم عمران کے دوست نہ ہوتے تو وہیں یہیں متہاری وردی اتار لیتا۔۔۔ اب تم فوراً یہاں سے رٹ ہو جاؤ اور وردی اتار کر صبح اپنے ڈی جی کو پیش کر دو۔۔۔ میں ابھی انہیں جا کر مطلع کر دوں گا۔۔۔“

”رسم کیجئے جناب۔۔۔ میں بے قصور ہوں۔۔۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ سیکرٹ سروس کے ممبر ہیں۔۔۔“ فیاض گھگھکیا یا ”مجھے معاف کر دیں۔۔۔ آئندہ مجھ سے ایسی خطا سرزد نہ ہوگی۔۔۔“

”معافی مانگنی ہے تو ان سے مانگو۔۔۔ میرا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔۔۔“ انکیسٹو غزایا۔ لیکن میری اجازت کے بغیر یہ بھی تمہیں معاف نہیں کر سکیں گے۔۔۔ اب تم فوراً چلے جاؤ ورنہ مجھے فورس کو طلب کرنا پڑے گا۔۔۔“

فیاض کے چہرے پر پستی برس رہی تھی۔ اس کے ماتحتوں کی کیفیت بھی اس سے کم نہ تھی۔ ان کے چہرے خوف سے زرد پڑ رہے تھے۔ انکیسٹو کا حکم سن کر فیاض نے منہ لٹکایا اور

سپاہیوں کو اشارہ کرتے ہوئے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے
 باہر نکل گیا۔ اس کے ماتحت بھی فلیٹ سے نکل گئے۔
 ”ہاں۔۔۔ کیا قصہ ہے کیپٹن۔۔۔“ اکیسٹون نے چیخ
 لمحوں بعد کیپٹن بابر کو مخاطب کیا۔
 اور کیپٹن بابر آصف کی آمد اور اس کے فاسب ہوجانے
 کا ذکر کرنے لگا۔

عمران غافل نہیں تھا۔ جونہی راجیش نے ریوالور
 کا ٹریگر دبایا، عمران نے یکدم خود کو کمر کی
 سمیت شیکھر کی طرف گرا دیا اور گولی دروازے میں جا لگی عمران
 شیکھر کے قریب فرسٹس پر گرا تھا۔ شیکھر نے جلدی سے
 پیچھے ہٹنا چاہا لیکن عمران نے پھرتی سے اس کی مانگ پکڑ کر
 تھپتھپ ڈال۔ شیکھر لڑکھڑا کر پشت کے بل گرا اور اس کے ہاتھ
 سے ریوالور نکل گیا۔

راجیش جلدی سے اٹھا اور اس نے دوبارہ عمران کی طرف
 ریوالور سیدھا ہی کیا تھا کہ دروازے کی طرف سے ایک فائر ہوا

اور ریلوے اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر عقب میں جاگرا۔ اس نے کراہتے ہوئے اپنا ہاتھ بچھڑایا۔ بے آواز ریلوے کی گولی نے اس کی انگلیاں زخمی کر ڈالی تھیں۔ اس نے بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا تو وہاں سیکرٹ سروس کا رکن نصف درہاتھ میں ریلوے لیے کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

”اوہ۔۔۔ تم۔۔۔“ راجیش حیرت سے بولا۔
 ”ہاں۔۔۔ ہاتھ بند کر لو ورنہ دوسری گولی تمہاری کھوپڑی توڑ دے گی۔“ صفدر نے سخت لہجے میں کہا۔
 عمران نے تیزی سے اٹھتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پر تھک کر لیٹا تھا جو کراہتا ہوا اٹھ رہا تھا۔ راجیش نے ہاتھ بند کر لیے تھے۔
 ”یار تم نے اتنی دیر کر دی۔ چائے ٹھنڈی ہو گئی ہے۔“

عمران نے احمقانہ لہجے میں صفدر سے کہا۔
 ”کیا کرتا۔۔۔ ان کا اسٹین گن بردار کار کی ڈگ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے سٹن کے بعد ہی ڈگ سے تسک لگا۔“ صفدر نے مسکرا کر کہا۔

”اوہ۔۔۔ تم ڈگ میں چھپ کر یہاں آئے ہو۔“ شیگر نے حیرت سے پوچھا۔

”ہاں پیارے۔۔۔ جب تم ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں کار

کھڑی کر کے میرے کمرے میں آئے تھے تو یہ ڈگ میں چھپ گیا تھا۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ہاتھ بند کر لو۔
 ”تھیں بھی ڈگ میں بند کر دوں گا۔“

شیگر نے ہاتھ اٹھا دیے۔ وہ خوفزدہ نظر آ رہا تھا جبکہ راجیش کیسے توڑنگا ہوں سے صفدر کو گھور رہا تھا۔
 ”تمہاری یہاں دوبارہ آمد سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا موت تمہیں کھینچ لائی ہے۔“ اس نے صفدر سے کہا۔
 ”نہیں پیارے۔۔۔ یہ میری ہدایت پر یہاں آیا ہے اور تمہاری موت کو ساتھ کھینچ لایا ہے۔“ عمران جلدی بولا۔

”تم یہاں سے بچ کر نہیں جا سکتے عمران۔۔۔ یہاں میرے آٹھ دس آدمی موجود ہیں۔“ راجیش غرایا۔

”یار۔۔۔ تم راجیش ہو یا اپدیش۔“ عمران نے مر بنا کر کہا۔ شاید تمہارے بارے میں ہی کنفیو سشن نے کہ تھا کہ غالب بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے۔
 ”غالب نہیں اقبال۔“ صفدر نے ہنس کر کہا: ”اب ان کا کیا کرنا ہے۔“

”قیمہ۔۔۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔ ”ان کے قیمے کے چھتر کباب مزیدار بنیں گے۔“

”بجواس بند کرو عمران۔۔۔“ راجیش غرایا۔۔۔ دولا
آف راجیشا ابھی اتنا بے بس نہیں ہوا کہ تم جیسے احمق اسے
چھو بھی سکیں۔۔۔“

لیکن شکل سے تو تم ڈنکی آف راجیشا معلوم ہوتے ہو۔
عمران نے حیرت سے کہا

”زبان کو لگام دو حرامی ستم۔۔۔“ راجیش دھاڑا
”سوری۔۔۔ لگام تو میں گھر ہی مھول آیا ہوں۔۔۔“ عمران
نے مسکرا کر کہا۔

ٹھیک اسی لمحے عمران کو غافل پا کر شیکھر نے اس پر حملہ کر دیا
عمران کے ہاتھ سے ریلواری نکل گیا۔ اور وہ لڑکھڑاتا ہوا دو
قدم پیچھے ہٹ گیا۔ صفدر چونکہ کراس کی طرف متوجہ ہوا اور
اسی لمحے راجیش نے ہاتھ گرتے ہوئے چائے کا کپ اٹھا کر
صفدر پر مارا۔ صفدر تیزی سے پیچھے ہٹا اور کپ اس کے
ہاتھ سے اٹھ کر آیا۔ اس کے ہاتھ سے ریلواری نکل گیا۔ اور
راجیش نے تیزی سے نیز پر چڑھ کر صفدر پر چھلانگ لگا دی
عمران سنبھلا اکی لمحے شیکھر نے اس کے جبرے پر گھونٹا
رسید کر دیا۔ عمران نے لڑکھڑایا لیکن فوراً ہی اس نے سنبھل کر
شیکھر کے پیٹ میں گھونٹا رسید کر دیا۔ شیکھر درد کی شدت
سے کراہتا ہوا عقب میں واقع دیوار سے جا ٹکرایا۔ دوسرے

ہی لمحے اس نے سنبھل کر عمران پر چھلانگ لگا دی۔ عمران نے
تیزی سے ایک طرف ہٹ کر خود کو بچایا اور شیکھر منہ کے بل
مینے اٹھ کر آیا۔ عمران نے فوراً پلٹ کر اس کی کمر میں لاس
رسید کی اور وہ کراہتا ہوا فرش پر گرا۔

صفدر لڑکھڑاتا ہوا ریلواری سے جا ٹکرایا۔ راجیش نے
تیزی سے اس کے جبرے پر گھونٹا رسید کرنے کی کوشش کی لیکن
صفدر یکدم بیٹھ گیا اور راجیش کا گھونٹا دیوار پر پڑا۔ اگلے ہی لمحے
اس نے پیچ کر اپنا ہاتھ پکڑ لیا۔ صفدر نے تیزی سے اٹھتے
ہوئے اس کے پیٹ میں ٹکڑ رسید کی اور راجیش زخمی ہوتے
ہوئے بیل کی مانند ڈکڑا ہوا پشت کے بل فرش پر جا پڑا
صفدر نے اس کے اٹھنے سے پہلے ہی بڑھ کر اس کے پہلو
میں ٹھوکر رسید کر دی اور راجیش درد کی شدت سے لوٹ پوٹ
ہونے لگا۔

شیکھر فرشتے پر گرا۔ عمران نے بڑھ کر اس کا بازو
پکڑا اور زوردار جھٹکا دیا۔ شیکھر کا بازو کہنی سے اتر گیا اس
کے حلق سے کہ بٹاک پیچے خارج ہوئی اور وہ تڑپنے لگا۔ عمران
نے اس کے پہلو میں ٹھوکر رسید کی اور پھر پلٹ کر فرش سے
اپنا ریلواری اٹھا لیا۔ شیکھر درد کی شدت سے چیختا ہوا اٹھا
اور عمران نے فوراً ہی اس کی پسلیوں میں ٹھوکر رسید کر دی

صفدر نے دوبارہ راجیش کے پہلو میں مٹھو کر سیدک
لیکن اس بار راجیش نے دونوں ہاتھ بڑھا کر اس کا پاؤں پکڑا
اور کھینچ ڈالا۔ صفدر پشت کے بل فرش پر گرا اور کراہنے لگا
راجیش نے فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف پھینک لگا دی ٹھیک
اسی لمحے عمران نے اس کی طرف دیکھا اور اس پر فائر جھونک
دیا۔

بے آواز ریو الوور کی گولی راجیش کی پشت میں لگی اور وہ
پھیٹتا ہوا فرش پر آ رہا۔ عمران کو اس کی طرف دیکھ منسوبہ دیکھ کر
ٹیکھر نے بلدی سے اپنے ریو الوور کی طرف جست کی۔ ٹھیک
اسی لمحے صفدر نے اس پر پھینک لگا دی۔ وہ ٹیکھر پر آگرا اور
ٹیکھر کی چیخ نکل گئی۔ اس نے درد سے بلبلاتے ہوئے تیزی
سے کروٹ لی اور صفدر باتیں جانب لڑھکتے لیکن اس نے اٹھنے
میں دیر نہ کی۔ اور سنبھل کر ٹیکھر کی ناک پر مکا رسید کر دیا۔
ٹیکھر نے درد کی شدت سے گراہتے ہوئے اپنی ناک پر
ہاتھ رکھ دیا۔ صفدر کے ٹکٹے نے اس کی ناک کا بالنسہ چٹنار یا تھا
اور ناک سے خون کا فوارہ بہنے لگا۔ صفدر نے بڑھ کر اس
کا ریو الوور اٹھایا اور اس پر تان لیا۔ راجیش کا جسم ساکت ہو چکا تھا
اور اس کی روح جسم کا ساتھ چھوڑ چکی تھی۔
”گن بردار کا کیا کیا؟“ عمران نے صفدر سے پوچھا۔

”اس کی لاش برآمدے کے باہر پڑی ہے۔“ صفدر
نے بتایا۔

”اے بے ہوش کردو۔“ عمران نے ٹیکھر کی طرف
دیکھ کر کہا۔

اور صفدر نے بڑھ کر ٹیکھر کے سر پر ریو الوور کا دستہ رسید
کر دیا۔ وہ فرش پر لڑھک کر بے ہوش ہوتا چلا گیا۔

”میرا خیال ہے یہاں اور کوئی آدمی موجود نہیں۔“ عمران
بولتا تھا۔ ”تم ٹیکھر کو لے جا کر کار میں ڈالو۔ میں تلاشی لے کر آ رہا ہوں۔“
صفدر نے سر ہلایا اور عمران کے کمرے سے نکل آیا۔ راہداری
میں پانچ چھ کمرے تھے۔ عمران ایک ایک کمرے کی تلاشی
لینے لگا۔ پھر وہ آخری کمرہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ تو چونک
پڑا۔ کمرے میں فرش پر ایک لڑکی گھٹنوں میں سر دابے بیٹھی
تھی۔ اس کے بال کھمرے ہوتے تھے۔ آہٹ سن کر اس
نے چہرہ اوپر اٹھایا اور اس کی شکل دیکھ کر حیرت کے
مارے عمران کی کھوپڑی میں دھماکے ہونے لگے۔

متنوبر بڑی پریشانی کے عالم میں ٹہل رہا تھا اسے خود پر
سیرت بھی تھی کہ اس نے اکیسٹو کے سلمے
زبان کھولنے کی جرأت کر ڈال، شاید یہ سہولیا سے ملنے والی محبت
کا نتیجہ تھا کہ اس نے اکیسٹو کی بات ماننے اور مہم پر
جانے سے صاف انکار کر دیا تھا، جو لیا صوفیہ پر بیٹھی غور
کے اسے دیکھتی ہوئی کچھ سوچ رہی تھی، وہ نصف گھنٹہ
پہلے تنہا باہر گئی تھی اور چند منٹ پہلے لوٹی تھی،
متنوبر — "وہ چند لمحوں بعد بولی: "کیا سوچ
رہے ہو ڈیئر —؟"

کچھ نہیں —! "متنوبر جلدی سے بولا،
"پھر یوں پریشان کیوں نظر آ رہے ہو —؟" وہ تیز
لہجے میں بولی، "موڈ کیوں خراب کر رہے ہو میرا —؟"
"ایسی کوئی بات نہیں جو —! " متنوبر زبردستی مسکرایا،
"کیا مستحق ہونے کے فیصلے پر سمجھتا رہے ہو —؟" بولیا
نے پوچھا، "اگر ایسا ہے تو بے شک اشتغاف نہ دو —"
یہ بات بھی نہیں ہے البتہ مجھے اس بات پر حیرت ہے
کہ تم نے چیف سے یہ کیوں کہا کہ شادی کارڈز چھپنے کے
لیے دے دیجئے ہیں —"

صرف اس لیے کہ اسے یقین آبلے کہ ہمارا فیصلہ اگلے
سے — جو لیا نے مسکرا کر کہا "اور ہمارا پروگرام آٹا کلوز
ہے کہ اس میں رد و بدل کی گنجائش نہیں ہے —"
"میرا سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کل ہی شادی کرنے پر کیوں
اصرار کر رہی ہو —" متنوبر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے
بولا "کیا ہم اپنے دوست احباب کو نہیں بلائیں گے —؟"
"میرا تو یہاں کوئی دوست ہے نہ رشتہ دار — وہ
کنڈے جھٹک کر بولی: "البتہ تم جسے چاہو دعوت دیدو —"
"ڈیڑھ گھنٹہ ہو چکا ہے اور عمران ابھی تک ہم سے
استغفیٰ لینے نہیں آیا —" متنوبر ایک سگریٹ سلگاتے

ہوئے بولا
”اور مجھے شدید سبھوک محسوس ہو رہی ہے۔“ جویا
نے کہا ”اور کھانا کھانے بھی جاتا ہے۔“
”لیکن عمران کے آنے تک ہم کہیں نہیں جا سکتے بہت
ہے کہ استغفہ دینے کا کام بھی ابھی نمٹ جاتے۔“
تنویر بولا۔

”ہو سکتا ہے وہ احمق کہیں رُک گیا ہو۔ تم اتنی دیر
میں استغفیٰ تو مکھ نو۔“ اس نے سن کر کہا۔
”ٹھیک ہے۔ لاؤ کاغذ اور قلم۔“ تنویر نے
کہا ”وہ خود نہ آیا تو ہم اس کے فلیٹ استغفیٰ پہنچا دیں گے۔“
جویا اٹھی اور رائیٹنگ ٹیبل سے کاغذ اور قلم لے آئی۔
تنویر اس سے کاغذ قلم لے کر استغفیٰ مکھنے لگا۔ اس کے بعد
جویا نے دوسرے کاغذ پر استغفہ لکھا۔ پھر بولی۔
”تم بیٹھو۔ میں قریب ہی اسٹور کے کچھ کھانے کے لیے
لے آتی ہوں۔ بلکہ میرے آنے تک تم چائے بنا لو۔“
”نہیں۔ میں جاتا ہوں۔ تم چائے بناؤ۔“ تنویر
اٹھتا ہوا بولا۔

پھر وہ کمرے سے نکل آیا۔ یہ جویا کا فلیٹ تھا اور
وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے وہاں موجود تھا۔ فلیٹ سے نکل کر

وہ نیچے پہنچا۔ چند قدم کے فاصلے پر ایک اسٹور تھا اس
نے وہاں سے چند برگرز خریدے اور واپس چل دیا زینے
طے کر کے وہ جویا کے فلیٹ پر پہنچا تو جویا چائے بنا
چکی تھی۔ وہ پیالیوں میں چائے ڈال کر لے آئی اور پھر
دونوں آگے سامنے بیٹھ کر برگرز کھانے لگے۔

چند لمحوں بعد کال بیل بجی اور وہ دونوں چونک پڑے،
”کون ہو سکتا ہے۔؟“ جویا بڑبڑائی۔
”شاید عمران آیا ہو۔“ میں دیکھتا ہوں۔“
تنویر جلدی سے بولا۔

”نہیں۔ تم بیٹھو۔ میں دروازہ کھولتی ہوں۔“
جویا نے اٹھتے ہوئے کہا۔
وہ بیرون دروازے کی جانب بڑھی۔ قریب پہنچ کر اس
نے بولٹ گرایا اور دروازہ کھول دیا۔ باہر عمران کھڑا مسکرا
رہا تھا۔

”ہم تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔“ وہ منہ بنا کر
پچھے ہنسی ہوئی بولی۔

”شاید اسی لیے کمفیوشس نے کہا تھا کہ پیاسی
لگا ہوں میں تیرا انتظار ہے۔ آجاتیری یاد میں دل بفرار ہے۔“
عمران اندر داخل ہو کر اس کے پیچھے چلتے ہوئے گنگنا یا۔

”بکواس مس کرو۔ میں صرف اکیسٹو کے حکم پر تیار
انتظار کر رہی تھی۔“ وہ مڑے بغیر غصیلے لہجے میں بولی،
تنویر نے عمران کو دیکھا تو اس کا منہ بن گیا۔ عمران نے
اُسے آنکھ مارتے ہوئے کہا ”موڈ خراب معلوم ہوتا ہے۔“
”تم کہاں مر گئے تھے۔ ہم نے کھانا کھانے جانا تھا۔“
تنویر غصے سے بولا۔

”آج تمہاری قسمت میں کھانا نہیں یہی برگر ہے پیارے۔“
عمران نے ایک برگر اٹھاتے ہوئے کہا۔
”کیا مطلب۔“ تنویر نے اُسے گھورا
”چیف نے مجھے تم دونوں کے استغفے لینے کے لیے
بھیجا ہے۔“ عمران احمقانہ لہجے میں بولا: ”اور استغفی
دینے کے بعد کھانے کی گنجائش نہیں رہتی۔ کیوں
جول۔“

”بکومت۔ استغفے میز پر پڑے ہیں۔ اٹھاؤ
اور چلتے بنو۔“ جولیا غصیلے لہجے میں بولی۔
”جولی ڈارنگ۔ اتنی بے رنجی بھی اچھی نہیں
ہوتی۔“ عمران نے شکایتی انداز میں کہا۔
”شٹ اپ۔ مجھے دوبارہ ڈارنگ کہا تو منہ
توڑ دوں گی۔ میرا اب تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

استغفی دینے کے بعد ٹیم ممبر کا بھی تعلق ختم ہو چکا ہے۔“
”تعلقات اتنی آسانی سے نہیں ٹوٹا کرتے جول۔ آج
تم تنویر کو بیوقوف بناری ہو۔ کل کو وہ کسی حادثہ میں مر
گیا یا معذور ہو گیا تو پھر تم میرا دروازہ کھٹکھٹاؤ گی۔“
”کیا کہنا چاہتے ہو۔“ جولیا نے چونکتے ہوئے
پوچھا۔

”صرف یہ کہ میرا در کھلا ہے کھلا ہی رہے گا تمہارے
لیے۔“ عمران گنگنایا۔
”عمران۔ ہمارا وقت مت ضائع کرو۔“ تنویر اٹھٹھا
ہوا غرایا۔

”ناراض کیوں ہوتے ہو پیارے رقیب۔“ عمران نے
احمقانہ انداز میں کہا۔ ”میں تو تم دونوں کو شادی کی مبارکباد
دینے آیا ہوں۔ بقول کنفیو شس، مبارک ہوں تم کو
بہرے کی یہ لڑیاں۔!“

”بکواس مس کرو۔“ تنویر نے استغفے کے دونوں
ہارچے اٹھا کر اس کی طرف پھینکتے ہوئے کہا، ”یہ لو اور
رفع ہو جاؤ۔“

”میں تو چلا ہی جاؤں گا۔“ عمران نے طویل سانس
لیتے ہوئے کہا ”لیکن۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ جولیا تم سے

شادی کر رہی ہے۔؟“
 ”یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے۔ ہم دونوں
 فیصلہ کر چکے ہیں۔“ تنویر غصے سے بولا۔
 ”اور میں بھی فیصلہ کر چکا ہوں کہ تم دونوں کی شادی نہیں
 ہونے دوں گا۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔
 ”تم کون ہوتے ہو، میں روکنے والے۔!“ جولیا غزالی
 ”میں علی عمران ایم ایس سی پی ایچ ڈی (آکسن) ہوں۔“
 عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔
 ”عمران۔ مجھے غصہ مدت دلاؤ۔ میں چیف نے شادی
 کی اجازت دی ہے۔ تم کون ہوتے ہو، میں روکنے والے۔“
 تنویر غزالی بولا۔
 ”میں نہیں وہ روکے گی۔“ عمران نے پراسرار لہجے میں کہا
 ”وہ کون۔؟“ تنویر بے ساختہ چونکا۔
 ”تمہاری ہمیشہ محترمہ یعنی کرسٹل۔!“ عمران نے مسکرا
 کر کہا۔
 ”کیا بک رہے ہو۔“ میری کوئی سسٹر نہیں ہے۔“
 تنویر نے غصیلے لہجے میں کہا۔
 ”تنویر۔ اس بد بخت کو دھکے دیکر باہر نکال دو۔“
 جولیا نے عمران کو گھورتے ہوئے کہا۔

تنویر بارخانہ انداز میں اٹھ کر عمران کی طرف بڑھائی تھا
 کہ عمران نے یکدم جیسے ریوالورز کال کر اس پر کمان لیا۔ تنویر
 ایک جھٹکے سے اپنی جگہ ٹک گیا۔ جولیا بھی بے چین ہو گئی۔
 ”اتنی جلدی کیا ہے مسٹر دولہا صاحب جی۔“ پہلے اپنی
 ہمیشہ سے تو دل لگو۔ وہ باہر موجود ہے۔“ عمران نے
 احمقانہ لہجے میں کہا۔
 پھر اس نے بلند آواز سے کہا: ”آغاؤ تڑپتے ہیں ارمان۔
 اب رات گزرنے والی ہے۔“
 ”بکواس مت کرو کیسے۔“ تنویر غصناک لہجے میں بولا۔
 ”میری کوئی ہمیشہ نہیں ہے۔“
 ”تمہاری ہمیشہ نہ بھی میری بیگم بھی۔“ لو وہ آگئی ہے۔“
 عمران نے کہا۔
 تنویر نے تیزی سے دروازے کی طرف دیکھا اور بے
 اختیار اچھل پڑا۔ دروازے میں جولیا کھڑی اسے گھوری
 تھی۔ تنویر نے بوکھلا کر اسے قریب کھڑی جولیا کی طرف دیکھا
 دونوں میں لباس کے سوا کوئی فرق نہیں تھا اس کا کلاہی
 رنگت کا لباس تھا جبکہ دروازے میں کھڑی جولیا نے نیلے رنگ
 کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ تنویر سٹپا گیا۔ اسی لمحے کلاہی سوٹ
 والی جولیا نے پھرتی سے میز پر رکھے پرس کی طرف چھلانگ

لگائی اور پرس اٹھایا
لیکن اس سے قبل کہ وہ پرس کھولتی عمران نے ریوالور
شعلہ اگلا اور جولیہا کے ہاتھ سے پرس نکل کر دوسری جانب
جاگرا۔

”نہیں میں کوشل — ریوالور نکالنے کی ضرورت نہیں ہے“
عمران نے مسکرا کر کہا۔ تمہارے ڈرائے کا ڈراپ سین ہو چکا
ہے۔ تمہارا پاس راجیش ہلاک اور باقی ساتھی ایکسٹو کی قید

میں پہنچ چکے ہیں۔“
گولی سے جولیہا کی آنکھیاں رنجی ہو گئی تھیں جن سے خون
رہا تھا۔ عمران کی بات سن کر اس کی آنکھوں سے خوف
جھانکنے لگا تھا۔

”عمران — یہ کیا پکڑ ہے — یہ دوسری جولیہا

کون ہے۔؟“ تنویر نے ٹپٹا کر پوچھا۔
”اسے تم اپنی ہمیشہ یا میرے مستقبل کے بچوں کی امی جان

کہہ سکتے ہو۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ”یہ اصل جولیہا
ہے جو تم سے نفرت کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی۔“
”مگر پھر یہ۔۔۔“ تنویر نے گلابی سوٹ والی جولیہا

کی طرف دیکھا جو خوفزدہ نہ لگا ہوں سے عمران کی طرف دیکھ
رہی تھی۔

”یہ نقل جولیہا ہے یعنی جولیہا کے میک اپ میں مس
کوشل ہے۔“ راجیشیا نے جاسوسہ — اس کے گھر دراجیش
نے جولیہا کو اغوا کرنے کے بعد اسے جولیہا بنا کر بھیج دیا تاکہ
اس کے ذریعے وہ ہمارے پروگراموں سے آگاہ رہے اور
ہیں راجیشیا جانے سے روک سکے۔ اصل جولیہا ان کی قید
میں تھی۔“

ٹھیک اسی لمحے عمران کو غافل سمجھ کر نقلی جولیہا کوشل لہرائی
اور فرشتے پر گر کر بے ہوش ہوتی چلی گئی۔ عمران نے ریوالور
جیب میں رکھا اور آگے بڑھ کر نقلی جولیہا کے سر سے سنہری
بالوں کی وگ نوچ لی۔ وگ کے نیچے اس کے اصل بال
چھپے ہوئے تھے۔



افراد کے ہاتھوں میں سائیکلس کے ریلو اور موجود تھے اور
ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھے۔ وہ
ایک ہی قطار میں زمین پر سینے کے بل لیٹے ہوئے ہر
سے دور ہوتے تیار رہتے تھے۔

ان کا آپس میں فاصلہ دو فٹ کے قریب تھا لیکن
سب آگے رہنے والے شخص دوسرے سے چھ سات فٹ
آگے تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے ارد گرد کا جائزہ لیتا ہوا اپنے
ساتھیوں کی کمانڈ کر رہا تھا۔ چند منٹ بعد دوسرے تقریباً
نصف فرلانگ آگے نکل آئے۔ یہاں دور تک چھوٹے
بڑے ٹیلے بکھرے ہوئے تھے۔ خود رو جھاڑیاں بھی بکثرت
تھیں۔

رفتاً سب سے آگے والا شخص روک گیا دوسروں
نے بھی پیش قدمی روک دی
”کمانڈر صاحب! — ابھی اور کتنی دور تک زمین
چاٹنا پڑے گی۔“ دوسرے شخص نے آہستہ سے پوچھا۔
”جب تک تم لوگوں کا پیٹ نہ بھر جائے۔“ ان
کے لیڈ نے جواب دیا۔

”ایسے احمق کمانڈر کی کمانڈ میں یہی ہو سکتا ہے۔“
دوسرے سے پیچھے والے سیاہ پوش نے ناگواری سے کہا۔

معمول سے کچھ زیادہ ہی تاریک مٹی۔ آندری
رات راتوں کا چاند ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ پاکیشیا
اور راجیشا کی سرحد پر واقع خاردار تاروں کی بارڈر دوسری
طرف رہنے والے افراد تاریکی کا ہی حصہ معلوم
ہوتے تھے۔ انھوں نے سیاہ چست لباس پہنے ہوئے
تھے اور چاند کے پہلے بارڈر کے نیچے سے گزر کر راجیشا میں
داخل ہوئے تھے۔ بارڈر کے پاس ٹہلنے والے فوجیوں کا ایک
دوسرے سے پندرہ بیس گز کا فاصلہ تھا اس لیے
اندھیرے میں وہ انھیں نہیں دیکھ سکے تھے۔ ساتھ ساتھ

”قاموش رہو۔۔۔“ کانڈرنے اسے آہستہ سے ڈانٹا
”انتظار کرو۔۔۔“

پھر وہ تنہا ہی آگے ریگے لگا۔ تقریباً دس گز کا فاصلہ
ٹپے کہنے کے بعد وہ ایک خود رو جھاڑی کی آڑ میں سرکا اور
سراٹھا کر آگے دیکھنے لگا۔ بائیں جانب سے دو افراد چلے
آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں سگے ہوئے سکر سیٹ
تھے اور ان کا رخ دائیں سمت تھا۔ چند لمحوں بعد وہ قریب
آہٹے اور جھاڑی سے تقریباً پندرہ فٹ کے فاصلے
سے گزر گئے۔ تھارہ کی ہیں ان کی شکلیں نہ دکھائی دیں البتہ
وہ چال ڈھال سے فوجی معلوم ہوتے تھے۔
اور پھر جو نہی وہ دس بارہ گز کے فاصلے پر پہنچے، کانڈر
واپس پٹا اور اپنے ساتھیوں کی طرف ریگے لگا۔ قریب
پہنچ کر اس نے آہستہ سے کہا:

”آؤ۔۔۔!“

پھر وہ پٹ کر دوبارہ آگے کی جانب پیش قدمی کرنے لگا۔
اس کے ساتھی اس کی تقلید کرنے لگے۔ پندرہ منٹ بعد وہ
ایک جنگل کے قریب پہنچ گئے۔ کانڈرنے اٹھتے ہوئے
دوسروں کو بھی اشارہ کیا اور وہ بھی کھڑے ہو گئے۔
”آؤ۔۔۔“ یہیں اس جنگل سے گزرنا ہے۔“ کانڈر

آگے بڑھتے ہوئے بولا
”نہ اسائنس تو لینے دو۔۔۔“ ایک آدمی نے غصے
سے کہا۔

”واپسی پر لے لینا۔۔۔ ابھی ہم ڈینجر زون میں ہیں۔“
کانڈر نے سخت لہجے میں کہا۔

وہ ساتھی دوبارہ کچھ نہ بولا۔ وہ لوگ جنگل میں داخل ہوئے
اور کانڈر نے حیب سے ایک پنسل مارچ نکال کر روشن
کر لی۔ مارچ کی محدود روشنی میں وہ جنگل میں سفر کرنے
لگے۔ جنگل زیادہ گھناؤ تھا لیکن قدم قدم پر خود رو
جھاڑیاں رکاوٹ بن رہی تھیں۔

وہ تقریباً نصف گھنٹہ بعد جنگل کی دوسری جانب
جا پہنچے۔ کانڈر نے مارچ بجھا دی۔ جنگل سے آگے
پھر ناچھوار علاقہ تھا۔ جا بجا اونچے نیچے ٹیلے واقع
تھے۔ کانڈر نے رُک کر حلق سے اُن کی تیز آواز خارج

کی۔
ایک لمحہ بعد دائیں جانب سے بھی اُن کی تیز آواز
ابھری۔ اس جانب تقریباً بیس پچیس قدم کے فاصلے پر
ایک بلند ٹیلا دکھائی دے رہا تھا۔ کانڈر نے اپنے
ساتھیوں کو اشارہ کیا اور اس ٹیلے کی طرف بڑھنے

لگا۔ اس کے ساتھی اس کے پیچھے چل دیئے وہ ٹیلے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ ٹیلے کی آڑ سے ایک انسانی ہیولا نظر آیا۔ وہ ساتوں اس کے قریب پہنچ گئے وہ ایک دراز قامت شخص تھا۔

”بشن۔۔۔“ اس آدمی نے کمانڈر سے پوچھا۔
”بیک پر جیکٹ۔۔۔“ کمانڈر نے آہستہ سے کہا۔
”آڈر سیٹ۔۔۔ میرے ساتھ آئیں۔۔۔“ دراز قامت شخص نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

اور پلٹ کر چل دیا۔
کمانڈر اور اس کے ساتھی اس آدمی کے پیچھے چل دیئے ٹیلے کی دوسری جانب پہنچ کر وہ جنوب مشرقی کی طرف بڑھنے لگے۔

تقریباً دس منٹ بعد وہ چھوٹی سی ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ ندی خشک پڑی تھی۔ وہ ندی عبور کر کے دوسری جانب واقع درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف بڑھے جو اس جگہ سے سدرہ گز کے فاصلہ پر تھا۔ جلد ہی وہ درختوں کے جھنڈ کی دوسری جانب جا پہنچے۔ وہاں سیاہ رنگ کی ایک وین موجود تھی۔ وین کے قریب پہنچ کر دراز قامت شخص نے وین کا دروازہ کھولا۔

”پڑھ جاؤ سولی پر۔۔۔“ کمانڈر نے احمقانہ لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا۔
”منہ اچھانڈ ہو تو بات اچھی کرنی چاہیے۔۔۔“ ایک ساتھی نے ناگواری سے کہا۔

”اندھیرے میں اچھے بُرے منہ کو نہیں دیکھا جاتا۔“
پیارے۔۔۔ کمانڈر نے ہنس کر کہا۔ ”اپنے سیاہ لباس اتار دو۔۔۔“

پھر وہ اپنا لباس بھی اتارنے لگا۔ سیاہ لباس کے نیچے ان کے اپنے سوٹ تھے۔ دراز قامت نے ان سے لباس لے کر ایک پلاسٹک بیگ میں ڈالے اور بیگ ہل واقع جھاڑیوں میں چھپا دیا۔ کمانڈر کے ساتھی وین میں سوار ہو گئے۔

”آپ کہاں بیٹھیں گے عمران صاحب۔۔۔“ دراز قامت نے کمانڈر سے پوچھا۔

”چھت پر۔۔۔“ کمانڈر نے احمقانہ جواب دیا جو کہ عمران ہی تھا۔

”میرا مطلب ہے آگے بیٹھیں گے یا پیچھے اپنے دوستوں کے ساتھ۔۔۔“ دراز قامت نے آہستہ سے ہنس کر کہا۔
”میں مختار سے ساتھ بیٹھوں گا۔۔۔“ پیچھے دو کی تنگ

کی آواز آتی جو سینڈ چیف کہلاتا ہے۔
 ”یس شکر — کہو — خیریت تو ہے —؟“ کرنل

نے نرم لہجے میں پوچھا۔
 ”سُر — خیریت بالکل نہیں ہے — پاکیشیا سے
 سبے اور شیلہ آتے ہیں —“ شکر نے مؤدبانہ لہجے میں

کہا۔
 ”ناہی ستیں —! کرنل منہ بنا کر بولا — ان کی آمد کا خیریت
 یا ناخیریت سے کیا تعلق ہے —؟“

”پاکیشیا براہیج کا اسٹپارچ کیپٹن راجیش عمران اور اکیسٹو
 کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا ہے —“ شکر نے بتایا۔

”اوہ —! کرنل شان میرت کے مارے یوں اچھلا
 جیسے کسی بھڑنے کاٹ کھایا ہو۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو —
 شکر —“

”یہ حقیقت ہے چیف —“ شکر کی آواز آئی راجیش
 سمیت ہمارے وہاں تمام کارکن ختم ہو چکے ہیں۔ چند ایک
 ایک ٹوک قید میں ہیں — سبے اور شیلہ بمشکل وہاں سے
 بچ کر یہاں پہنچے ہیں۔

”یہ تو بہت بڑا ہوا شکر —! کرنل شان پریشان لہجے
 میں بولا: کیا وہ دونوں تمہارے پاس موجود ہیں —؟“

”جی ہاں — وہ چند منٹ پہلے ہی یہاں پہنچے ہیں۔
 کیا آپ ان سے بات کریں گے —؟“

”ہاں — انہیں میرے پاس بھیج دو تاکہ ان سے تفصیل
 معلوم ہو سکے —“ کرنل شان نے کہا۔

”بہت بہتر — میں انہیں بھیج رہا ہوں —“ شکر
 کی آواز سنائی دی

اور کرنل شان نے ریسورکرڈل پر رکھ پوچھا۔ پھر اس
 نے سامنے رکھی زیر مطالعہ فائل بند کر کے ایک جانب
 رکھی اور سگار بجس سے ایک سگریٹ نکال کر لائٹ سے سگٹنے
 لگا۔ اس کی پیشانی پر موجود سٹوہیں اس کی ذہنی پریشانی کی
 گمازی کر رہی تھیں۔ پاکیشیا میں اس کے ہاتھوں کا مارا جانا
 فسوناک تو تھا لیکن اسے اصل پریشانی اس بات کی تھی کہ وہ
 لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے ہوں گے۔

تقریباً ایک منٹ بعد دروازے پر متعین اردلی اندر
 آیا اور کرنل سے بولا:

”سُر — سبے اور شیلہ آتے ہیں —“

”اندر بھیج دو —! کرنل نے تیزی سے کہا۔
 اردلی پلٹ کر باہر نکل گیا۔ ایک دو لمحوں بعد سبے اور شیلہ
 کمرے میں داخل ہوئے۔ انہوں نے کرنل شان کو سلام کیا۔

”بیٹو۔۔۔ کرنل نے کرسیوں کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”سنئے اور شیلا نامی لڑکی میز کے آگے پڑی خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ لیکن ان کے بیٹھنے میں بھی موڈ بانہ پن شامل تھا۔ سنئے۔۔۔ مجھے تفصیل سے تمام واقعات بتاؤ۔۔۔“

کرنل شان نے سنئے کو مخاطب کیا۔

”راتیٹ سر۔۔۔! سنئے نے موڈ بانہ لہجے میں کہا۔

”اور پھر تفصیل سے پاکیشیا میں رونما ہونے والے واقعات سنائے گا۔ شیلا خاموشی سے میز کی سطح کو گھور رہی تھی۔

”گویا راجیش اپنے مقصد میں بالکل ناکام رہا۔“ سنئے کے خاموش ہونے پر کرنل نے کہا۔

”لیس سر۔۔۔ ہم ایک ہوٹل میں مقیم تھے اس لیے ایکسٹو کے بٹھے جڑھنے سے محفوظ رہے۔“

”اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایکسٹو اور اس کے ماتحت وہاں سے

روانہ ہو چکے ہوں گے۔“ کرنل نے سوچتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔۔۔ ان کا پروگرام تو یہی تھا۔ ہو سکتا ہے وہ گزشتہ رات ہی یہاں پہنچ چکے ہوں۔“ سنئے نے سر ہلایا۔

کرنل شان نے غصیلے لہجے میں کہا: ”کیا یہ بہتر نہ تھا کہ تم خود گئے کی بجائے رات ہی مجھے کال کر کے بتا دیتے۔“

”سوری چیف۔۔۔! سنئے نے آہستہ سے کہا۔“ اول تو ہمارے پاس لائننگ ریجن ڈائریکٹر نہ تھا۔ دوسرا یہیں ابہنی فکرمندی کر کہیں ہمارے گرفتار شدہ ساتھی ہماری کٹھاندی نہ کر بیٹھیں۔۔۔“

”خیر۔۔۔! کرنل شان نے طویل سانس لیا۔“ اگر عمران اور اس کے ساتھی آپکے ہیں یا گئے والے ہیں تو یہاں سے بچ کر نہ جاسکیں گے۔ میں انہیں گتے کی موت ماروں گا۔“

”ہمارے لیے کیا حکم ہے چیف۔۔۔؟“ سنئے نے پوچھا۔

”تم فی اس حال آرام کرو۔۔۔ عمران اور اس کے ساتھیوں سے سنئے کے بعد تم دونوں کو پاکیشیا بھیج دیا جائے گا اور وہاں کانیا اسنچارج مقرر کر دیا جائے گا۔“

”بہت بہتر سر۔۔۔ میں اجازت ہے۔“ سنئے نے موڈ بانہ لہجے میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ تم جاسکتے ہو۔ اگر اس دوران مقاری ضرورت پڑی تو بلا لوں گا اس لیے شہر سے باہر مت جانا۔“

کرنل شان بولا۔

”اور وہ دونوں کرسیوں سے اٹھ گئے۔ پھر وہ کرنل کو

بھی باہر آگئے۔ وہ سب میک اپ میں تھے۔ خود عمران بھی
ادھیڑ عمر نظر آ رہا تھا۔

”یار ناصر۔۔۔ یہ کوٹھی کہاں سے ماری ہے۔؟“
عمران نے دراز قدر ڈرا پیور سے پوچھا۔ جو ایکسٹو کا مفت می
ایجنٹ تھا۔

”ماری نہیں خریدی ہے جناب۔۔۔“ ناصر نے مسکرا

کر کہا۔
”مگر ہم تو آج تک فلیٹ بھی نہ خرید سکے۔ تم نے
یہ کوٹھی کیسے خرید ڈالی۔؟“ عمران نے احمقانہ لہجے
میں کہا۔

”یہ چیف کی مہربانی ہے۔۔۔ اسی نے سرمایہ فراہم کیا
تھا۔۔۔“ ناصر نے بتایا۔

”سن رہے ہو بھائی صغیر۔۔۔“ عمران نے غصیلے
لہجے میں کہا۔ ”ایکسٹو ہم لوگوں سے کس قدر غداری کرتا
ہے۔ اسے تو کوٹھی کا مالک بنا دیا اور ہمیں کرائے کے
فلیٹوں میں گھسیٹ رکھا ہے۔۔۔ ہے نا زیادتی۔“

”اب اندر بھی پلو گے یا یہیں حواقتیں پھیلاتے رہو
گے۔“ جویا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیسے۔۔۔ تشریف لائیں۔“ عمران نے کسی شاہی

صبح کے سات بجے وین شہر میں داخل ہوئی
۔۔۔ اور چند منٹ بعد ایک کالونی میں پہنچ
کر ایک جدید عمارت کے گیٹ پر جا کر کی۔ دراز قدر
ڈرا پیور نے مارن سجایا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلا اور دراز
قد نے وین آگے بڑھا دی۔ گیٹ کھولنے والا ایک ادھیڑ
عمر شخص تھا جو علیے سے ملازم معلوم ہوتا تھا۔ دراز قدر
نے برآمدے کے سامنے وین روکی اور اسنجن بند کر کے
اتر آیا۔ عمران بھی اتر آیا اور اس کے اشارے پر وین
میں سوار جویا، صغیر، کیپٹن بابر، تنویر، خاور اور چوہان

غلام کی طرح جھک کر کہا۔
اور اس کے ساتھ بے ساختہ مسکرانے لگے۔ وہ
ناصر کی رہنمائی میں برآمدے سے گزر کر راداری میں آئے
اور ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔ کافی بڑا مگر ہتھا اور ایک
بڑی میز تھی جس کے گرد کئی صوفے پڑے تھے۔ وہ صوفوں
پر بیٹھ گئے۔

”عمران صاحب۔ پہلے ناشتہ کریں گے یا غسل
لیں گے؟“ ناصر نے پوچھا۔

”دونوں کام ہوں گے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔
”میں سمجھا نہیں۔“ ناصر نے حیرت سے کہا۔
”یار ناشتہ کا بندوبست کرو۔ ناشتے کے دوران
غسل بھی لیتے رہیں گے اور باتیں بھی کرتے رہیں۔“
عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔ کیوں جولی۔ ٹھیک ہے
نا۔“

جولیا جواب دینے کی بجائے منہ بنا کر دوسری طرف
دیکھنے لگی۔ بقیہ ساتھی بننے لگے تھے۔

”یہ صرف آپ ہی کر سکتے ہیں۔ ہم ناشتہ کر کے
آرام کرنا چاہتے ہیں۔“ کیپٹن بابر نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

”سورتی کیپٹن گاجر۔ ہم یہاں آرام کرنے نہیں کام
کرتے آئے ہیں۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”تمہارا دماغ درست ہے۔“ تنویر غصیلے لہجے
میں بولا۔ ”ڈیڑھ گھنٹہ پہلے سفر کر کے تم نے ہمارا علیحدہ
ڈالا ہے۔ کیا ہیں چند گھنٹے آرام بھی نہ کرنے دو گے۔“
”علیحدہ تو تمہارا اس وقت بگڑتا جب تم نقل جو گیا
سے شادی کر لیتے۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ”تمہاری
قسمت اچھی تھی کہ اصلی جو گیا واپس آگئی اور تم ایکسٹرو کے
عتاب سے بچ سکتے۔“

”میسٹر ناصر۔ تم ناشتے کا بندوبست کروان کی باتوں
کا چرخہ تو کبھی نہیں رُکے گا۔“ صفر نے مسکرا کر ناصر
سے کہا۔

اور وہ مسکراتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا
عمران نے غصیلے انداز میں صفر کی طرف دیکھا۔
”کی کتھیں زیادہ مہوکی تنگ کر رہی ہے۔“
اس نے غرا کر پوچھا۔

”پریٹ میں رہا ہی کیا ہے کہ مزید برداشت کیا جائے۔“
صفر نے ہنس کر کہا۔ ”مہوکی تو انسان کی فطرت میں
ہے۔“

”یار — میں بھی تو تمہاری طرح انسان ہوں —“
 عمران مسی لہجے میں کہا۔

”نہیں — تم گدھے ہو —“ جولیا اسے گھورتی ہوئی
 بولی۔

”لو دیکھو — ہا مینڈکی کو بھی زکام ہوا ہے —“ عمران
 نے چبک کر کہا۔

”بھواس بند کرو — تم خود مینڈک ہو گے —“
 جولیا غرائی۔

”ہاں — جوڑی اچھی رہے گی — پھر کیا خیال ہے —“
 بلاؤں قاضی کو۔ ”؟“ عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

اور اس کے سامنے بے اختیار مسکرانے لگے جبکہ جولیا
 اسے خوشخوار لگا ہوں سے گھورتے ہوئے دانت پیسنے لگی تھی۔

”کیا یہ بہتر نہ تھا کہ ہم یہاں آنے کی بجائے سیدھے
 بیک پراجیکٹ کی طرف جاتے —“ خاور نے

عمران سے کہا۔
 ”اگر تم پراجیکٹ کا ایڈریس بتا دو تو ہم ناشتہ کئے

بغیر ادھر چل پڑتے ہیں —“ عمران نے مسکرا کر کہا۔
 ”اوہ — تو آپ کو ایڈریس معلوم نہیں ہے —“

خاور نے حیرت سے پوچھا۔

”معلوم ہوتا تو خود آنے کی بجائے وہیں سے آنکھ مار
 کر پراجیکٹ تباہ کر ڈالتا —“ عمران بولا۔

”اب ایڈریس کہاں سے معلوم کریں گے —“ کیپٹن
 بابہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

”چلے گا ٹوں گا — موکل آکر ایڈریس بتا جائیں گے —“
 عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا۔ مگر تم لوگ ناشتہ کرنے

سے پہلے منہ ہاتھ تو دھو لو — زمین پر ریچنے سے
 تمہارے چہرے قدرتی پاؤڈر سے لٹھر گئے ہیں —“

اس کی بات پر تمام ساتھی مسکرا دیے۔ پھر انہوں نے
 باری باری ملحقہ ہاتھ روم میں جا کر منہ ہاتھ دھوئے اور

اپنا حلیہ درست کیا۔ اتنے میں ناصر اور اس کے ادھیڑ
 عمر ملازم نے میز پر ناشتہ لگا دیا۔ ناشتہ کرنے کے

بعد عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
 ”تم لوگ شام تک فارغ ہو — خوب آرام کرو —“

سکتا ہے آج رات ہی پروجیکٹ کی طرف روانگی ہو —“
 پھر اس نے ناصر سے کہا:

”مسٹر قاصر — اوہ — سوری — ناصر — ان کے
 آرام کا بندوبست کر دو — جولیا کے لیے الگ کمرے میں

انتظام کرو —“

”بہت بہتر۔ میں نے پہلے ہی انتظام کر رکھا ہے۔“
 ناصر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 ”ٹھیک ہے انھیں کمروں میں پہنچا دو۔“ عمران بولا۔
 ”ان سے اب پہلے ملاقات ہوگی۔“
 ”تم کہاں جاؤ گے۔؟“ جویا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 ”جہاں قسمت لے جائے گی۔“ عمران نے احمقانہ
 لہجے میں کہا۔ ”بقول کنفیوٹشس، منزل ہے نہ ہمدم ہے۔“
 ”بس ہے تو یہی دم ہی دم ہے۔“
 ”آپ کے کنفیوٹشس کو فلمی گانے ہی کیوں یاد رہتے ہیں؟“
 جویا نے سن کر کہا۔
 ”نہیں۔۔۔ تو الیاں اور ٹھمریاں بھی یاد ہیں اسے۔“
 عمران جلدی سے بولا: ”بیش کر دوں۔؟“
 ”بس سینے دو۔۔۔ ورنہ سینڈل اتار لوں گی۔“
 جویا غزالی۔
 ”سور کی مسٹر جویا۔۔۔ اجازت نہیں ہے۔ لہذا بقول
 غالب۔۔۔ جا اپنی حسرتوں پہ آنسو بہائے سو جا۔“
 عمران نے بے چارگی سے کہا۔
 ”اور اس کے ساتھ ہی ہنستے ہوئے کمریوں سے اُٹھتے
 چلے گئے۔“

”ناصر انہیں کمروں میں چھوڑ آؤ۔۔۔!“ عمران نے ناصر
 سے کہا۔
 ”بہت بہتر۔۔۔ پھر۔۔۔؟“ ناصر نے پوچھا۔
 ”پھر میرے پاس آؤ۔۔۔ مجھ سے کھیلو۔۔۔ عمران
 احمقانہ انداز میں گنگنا یا۔
 اور ناصر بے ساختہ ہنسنے لگا۔
 عمران کے ساتھی ناصر کے ساتھ کمرے سے نکل گئے اور
 عمران سنجیدگی سے کچھ سوچنے لگا۔۔۔ دو تین منٹ بعد ناصر
 واپس آیا۔
 ”حکم فرما ہیں۔۔۔؟“ ناصر نے متور باز لہجے میں کہا۔
 ”تمہیں ایک گھنٹہ کے اندر اندر معلوم کرنا ہے کہ یہاں کی
 سیکرٹ سروس کو ہماری آمد کے پروگرام کا علم ہے یا نہیں۔؟“
 عمران بولا۔
 ”بہت بہتر۔۔۔ معلوم کر لوں گا۔۔۔؟“ ناصر نے سر ہلا
 کر کہا۔
 ”میرے ساتھیوں کے لیے لباسوں کا انتظام کرو۔۔۔ اس
 کے علاوہ کچھ اسلحہ بھی ضرورت ہے۔ کیونکہ ہم صرف
 ریوالور کے کر آئے ہیں۔۔۔ تمہارے اسٹور کا کیا پوزیشن
 ہے۔؟“

ہر قسم کا اسلحہ موجود ہے۔ راکٹ پٹیل اور ٹائم
 ہم بھی ہیں۔“ ناصر نے بتایا۔
 ”ٹھیک ہے۔“ فی اسحاق نے مجھے میک اپ جس لا دور
 پنا ایک سوٹ بھی دے دو۔“ عمران نے ہدایت کی۔
 ”ابھی حاضر کرتا ہوں۔“ ناصر نے کہا
 اور پیٹ کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

دفاع کا آفس صدر جنگ روڈ پر واقع
 وزارت متحار ریکارڈ روم اسٹینچارج میجر کپور
 اپنی جیب سے اترتا اور اپنے کمرے کی طرف چل دیا کمرے
 کے باہر موجود اردلی نے اسے سلام کیا اور کمرے کا دروازہ
 کھول دیا۔ میجر کپور کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں اس
 کی میز کے دائیں جانب اس کی معاون ماہدھوری کی میز تھی
 اور وہ اپنی میز پر موجود تھی۔ اس کی عمر بائیس برس سے
 زیادہ نہ تھی اور خاصی خوبصورت لڑکی تھی۔ اس نے
 ڈھیر عمر میجر کو دیکھا تو اٹھ کر سلام کیا۔

میجر کپور سلام کا جواب دیتا ہوا اپنی میز کے پاس پہنچا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ مادھوری اٹھ کر اس کے قریب آگئی۔

”بہر — چند منٹ پہلے ایک نامعلوم شخص نے آپ کا پوچھا تھا۔“

”اور وہ کون تھا؟“ کون تھا وہ؟“ میجر نے چونکے ہوئے پوچھا۔

”اگر آپ اپنا نام بتایا ہوتا — سرف آپ کا پوچھا تھا — مادھوری بولی — میں نے کہا کہ آپ موجود نہیں ہیں اور وہ اپنا پیغام نوٹ کر اڑے لیکن اس نے دوبارہ زنگ کرنے کا کہہ کر فون کر دیا۔“

”خیر — جو بھی ہو گا معلوم ہو جائے گا۔“ میجر بولا۔

”تم کل والا فائل مکمل کرو۔“

مادھوری پٹ کر اپنی میز کے پاس جا بیٹھی۔ میجر سگریٹ سگا کر کال کرنے والے کے بارے میں سوچنے لگا۔ چند لمحے ہی گزرے تھے کہ میز پر رکھے فون کی گھنٹی بجنے لگی میجر چونکا اور ہاتھ بڑھا کر رسی پورا اٹھایا۔

”ہیلو — میجر کپور اسپیکنگ —“ وہ ماؤتھ میں

”روشن بول رہا ہوں میجر —“ دوسری طرف سے

آواز آئی۔

”کون روشن —؟“ میجر نے حیرت سے پوچھا۔

”بھول گئے ہو میجر —“ بات روشن نے شکایتی لہجے میں کہا: ”علائکہ ساتویں جماعت میں تم میرے بہترین کلاس فیلو اور دوست تھے۔“

”اوہ — معاف کرنا روشن — مجھے یاد نہیں آ رہا۔“

میجر بولا۔

”کمال ہے — اس کا مطلب ہے کہ تم بے وفا ہو۔ پرانے دوستوں کو اتنی جلدی بھلا دیتے ہو۔“

”نہیں — ایسی تو کوئی بات نہیں —“ میجر کپور نے مسکراتے ہوئے کہا: ”لیکن خود سوچو ساتویں جماعت پڑھتے کم از کم پچیس برس گزر چکے ہیں — اتنے عرصہ میں تو آدمی کو بہن بھائی بھی بھول جاتے ہیں۔“

”خیر — کب مل رہے ہو —“ یہی کھل ہی مراد آباد سے آیا ہوں — تم سے ملنا چاہتا ہوں —“ روشن کی آواز آئی۔

”شام کو میری کوٹھی آ جاؤ — پتا معلوم ہے —“ میجر نے کہا۔

”پرستہ بھی معلوم نہیں اور میں نے شام سے پہلے والیس

بھی جانا ہے۔ کیا آفس میں ملاقات نہیں ہو سکتی۔؟“
 ”کیوں نہیں۔ آجاؤ۔ اس وقت میں فارغ ہوں۔“
 ”یار۔ تم بہت بڑے آفیسر ہو۔ مجھے وہاں کوئی گھنٹے گھنٹے بھی دے گا یا نہیں۔“ روشن نے نہیں سہم کر کہا۔
 ”بے فکر رہو۔ میں گیٹ پر کبے دیتا ہوں۔ کتنی دیر میں پہنچ رہے ہو۔؟“ میجر کپور نے پوچھا۔
 ”دس بارہ منٹ تو تک بن جائیں گے۔ بہر حال تم چائے وغیرہ کا بندوبست کرو۔ میں آ رہا ہوں۔“ روشن نے کہا۔
 اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میجر نے کرڈل دبا کر گیٹ گارڈ کے نمبر ملائے سلسلہ قائم ہونے پر اس نے کہا۔
 ”میجر کپور بول رہا ہوں۔ دس بارہ منٹ تک میرا ایک دوست آ رہا ہے جس کا نام روشن ہے اسے میرے کمرے تک پہنچا دیا جائے۔“

”اسٹ سر۔“ گارڈ آفیسر نے کہا۔
 اور میجر کپور نے رسیڈور کرڈل پر رکھ دیا۔ پھر اس نے گھنٹی بجا کر اردلی کو طلب کیا اور اسے دس منٹ بعد چائے لانے کی ہدایت کر کے دوبارہ اپنی یادداشت ٹیوٹلے لگا دس منٹ گزر گئے لیکن اسے اپنی یادداشت کے کسی

خانے میں بھی روشن نام کا کوئی دوست دستیاب نہ ہوا اتنے میں اردلی چائے لے آیا۔ اس نے برتن ایک چھوٹی میز پر رکھے۔
 ”ایک مہمان آنے والا ہے اسے اندر آنے دینا۔“ میجر نے اردلی سے کہا۔

اور وہ سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔ تقریباً ایک منٹ بعد ایک ادھیڑ عمر شخص کے کمرے میں داخل ہوا۔ عمر کے لحاظ سے وہ میجر کے برابر ہی معلوم ہوتا تھا۔ اس نے سبز سوٹ پہنا ہوا تھا۔ آنکھوں پر نظر کا چشمہ اور ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ نظر آ رہا تھا۔ چہرے پر لمبی گھنی مونچھیں اس کی شخصیت کو بارعب بنا رہی تھیں۔
 ”ہیلو کپور۔! وہ میجر کی طرف بڑھتا ہوا خوشی سے چیخا۔

میجر سمجھ گیا کہ وہی روشن ہے۔ وہ کھڑا ہو گیا۔ روشن نے مٹھائی کا ڈبہ میز پر رکھا اور میجر سے لپٹ گیا۔ اگلے ہی لمحے اس کے حلق سے رونے اور سسکنے کی آوازیں خارج ہونے لگیں۔ مادھوری حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ روشن میجر کپور کو بھیچتا ہوا گلو گھر بھیجے میں کہہ رہا تھا۔
 ”آہ۔۔۔ میرے دوست کپور۔ تم بہت عرصہ

مجھ سے جدا رہے ہو۔۔۔
 میجر کمپور کو اپنے نام کے بگاڑے جانے پر غصہ تو
 آیا لیکن ضبط کر گیا۔۔۔ اور اس نے نری سے روشن کو
 خود سے علیحدہ کی روشن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے
 تھے۔

”روکیوں رہے ہو دوست۔۔۔؟“ میجر سٹیٹا کر بولا
 ”روؤں نہ تو کیا چھینیں ماروں۔۔۔“ روشن نے آنسو
 روئل سے صاف کرتا ہوا بولا نہ ارے بھائی۔ یہ خوشی
 کے آنسو ہیں۔ اتنے برس بعد ملے ہو۔ تم میری خوشی کا
 اندازہ نہیں لگا سکتے۔ آج میں بہت خوش ہوں اور اسی
 خوشی میں میں نے راستے میں ایک جگہ سے مٹھائی خرید لی۔
 ”غیر۔۔۔ بیٹھو۔۔۔ چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔۔۔“
 میجر کمپور نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

”ہاں۔۔۔ چائے تو میں ضرور پیوں گا۔۔۔“ روشن کرسی
 پر بیٹھتا ہوا بولا۔ پھر مادھوری کی طرف دیکھ کر بولا: ”یہ
 لڑکی کون ہے۔۔۔؟“

”میری اسسٹنٹ ہے مادھوری۔۔۔“ میجر نے کہا۔
 پھر وہ مادھوری سے بولا: ”مادھوری۔۔۔ یہ میرے بچپن
 کے دوست مسٹر روشن ہیں۔ ہماری بچپن میں برسوں

بعد ملاقات ہوئی ہے۔۔۔“
 مادھوری نے روشن کو ادب سے ہاتھ باندھ کر
 نمستہ کہا
 ”بیٹی رہو۔۔۔ کنواری معلوم ہوتی ہو۔۔۔ ہونا۔۔۔“
 روشن نے مسکرا کر کہا

اور مادھوری نے شرمناک سر جھکایا
 میجر نے اسے چائے پیش کرنے کے لیے کہا تو وہ اٹھی
 اور دو پیالیوں میں چائے بنانے لگی۔ چائے بنا کر اس نے
 پیالیاں ان دونوں کے سامنے رکھیں۔
 ”ٹھہرو۔۔۔ دو دوستوں کے ملنے کی خوشی میں تم بھی
 منہ میٹھا کر کتی جاؤ۔۔۔“ روشن نے جلدی سے کہا۔
 اس نے مٹھائی کا ڈبہ کھولا اور اس میں سے ایک گلاب
 جامن اٹھاتے ہوئے مادھوری کو مٹھا دیا۔ وہ اپنی میز کی طرف
 بڑھ گئی روشن نے ایک اور گلاب جامن اٹھاتے
 ہوئے میجر سے کہا:

”نتیجے تو ہیں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا میرے
 پیارے دوست۔۔۔ ادھر منہ کرو۔۔۔“
 میجر نے مسکراتے ہوئے منہ کھولا اور روشن نے
 گلاب جامن اس کے منہ میں رکھ دیا۔ پھر اس نے

اردلی کو آواز دی۔ اردلی اندر آیا تو اس نے مٹھائی
کا ڈبرہ اسے دیتے ہوئے کہا:
”یہ نہیں بیٹھ کر کھا لو۔“ باہر کسی نے دیکھا تو حیرت
بٹانا پڑ جائے گا۔“

”تم نہیں کھاؤ گے۔“ میجر نے حیرت سے کہا
”نہیں۔ مجھے شوگر کی بیماری ہے۔ صرف چائے
میں میٹھا پیتا ہوں۔“ روشن نے مسکرا کر کہا
اور چائے پینے لگا۔

اردلی ایک طرف کھڑا مٹھائی کھا رہا تھا۔
”ہاں۔ تو مراد آباد میں تم کیا کرتے ہو۔“ میجر کپور
نے پوچھا۔

”ہاں سکول کا ہیڈ ماسٹر ہوں۔ زمیندارہ بھی کرتا
ہوں۔“ مہکوان کا بہت کرم ہے۔“ روشن نے ہنس کر
کہا۔ ”گزشتہ سال متحدہ بھابی مرگئی تھی۔ دو ماہ پہلے
میں نے نئی شادی کی ہے۔ پہلی بیوی سے تیرہ بچے
ہیں۔ تمام کی تمام شادیاں کر چکا ہوں۔“

میجر کپور کو یوں محسوس ہوا جیسے روشن کی آواز بہت
دُور سے آرہی ہو۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اس کا مادھوی
کی طرف دیکھا تو وہ اپنی کرسی پر آنکھیں بند کئے جھول

رہی تھی۔ اسی لمحے اردلی لہر کر فرشتے پر آ رہا۔
میجر کپور نے اس کے بارے میں سوچنے کی کوشش
کی لیکن دماغ نے کام نہ کیا اور اس کا ذہن تمارکھیوں
میں ڈوبتا چلا گیا۔

کرنل سیٹھی کی آواز آئی۔
 ”کچھ بھی نہیں۔ آپ کو تو پتہ ہے ہمارے لیے کبھی
 کبھی کام نکلتا ہے۔ چھوٹے موٹے کیس تو پولیس
 یا انٹیلیجنس سٹاؤنٹس سے۔“ کرنل شان نے ہنس کر
 کہا: ”فرطیئے۔ کیسے یاد کیا تھا۔“
 ”ہمارے آفس میں کچھ درپے ایک عجیب سا واقعہ
 پیش آیا ہے۔“ کرنل سیٹھی کی آواز آئی۔
 ”میں ہمدن گوشس ہوں۔“ کرنل شان نے منہ بنا
 کر کہا: ”تہید پسند نہ تھی۔“

”ریکارڈ روم انچارج میجر کپور، ان کی اسسٹنٹ اور
 اردو کو بے ہوش کر دیا گیا اور بے ہوش کرنے کے لیے
 انہیں نشہ آور مٹھائی کھلائی گئی تھی۔“ کرنل سیٹھی کہنے
 لگا: ”اس واقعہ کا میں چند منٹ پہلے علم ہوا ہے۔“
 اس کی بات پر کرنل شان بے ساختہ چونکا کیونکہ
 بے ہوش ہونے والے افراد ریکارڈ روم سے تعلق رکھتے
 تھے جہاں قومی سلامتی اور دفاعی امور سے متعلقہ ٹاپ
 سیکرٹ فائلیں رکھی جاتی تھیں۔ اس لیے یہ معاملہ
 معمولی نہیں تھا۔
 ”انہیں مٹھائی کس نے کھلائی۔؟ کیا آپ نے معلوم کیا

شان کی میز پر رکھے فون کی گھنٹی بجی اور
 کرنل اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا:
 ”یس۔ کرنل شان اسپیکنگ۔“ وہ مآوتھہ پس

میں بولا۔
 ”کرنل سیٹھی واس پول رہا ہوں۔“ دوسری
 طرف سے وزارت دفاع کے سیکرٹری کی آواز سنائی دی
 ”اوہ۔“ کیسے کرنل۔ کیسے ہیں آپ۔؟“ کرنل
 شان چمکتا ہوا بولا۔

”بھگوان کا کرم ہے۔ آپ سنائیں کیا ہو رہا ہے؟“

مصل کی ہیں۔ کرنل شان نے تیزی سے پوچھا۔
 ”صرف ٹکیٹ اسچارج ہی بتا سکا ہے کہ نصف گھنٹہ
 قبل میجر کمپور کا ایک دوست جس کا نام روشن تھا۔ میجر
 سے ملنے آیا تھا۔ اس کی آمد سے دس منٹ قبل میجر نے
 فون پر گیت اسچارج کو ہدایت کی تھی کہ اس کا دوست
 آنے والا ہے۔ اسے ریکارڈ روم میں پہنچا دیا جائے مذکورہ
 شخص کے ہاتھ میں مٹھائی کا ایک ڈبہ تھا۔ اپنی آمد
 سے نصف گھنٹہ بعد وہ شخص واپس گیا تو خالی ہاتھ تھا۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ روشن نامی شخص کی لائی ہوئی مٹھائی
 کھا کر وہ تینوں بے ہوش ہوئے اور وہ انہیں اسی حالت
 میں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ وہ میجر کا دوست ایسا تھا کہ
 اس نے کسی کو ان کی بے ہوشی کی اطلاع دینی بھی مناسب
 نہیں سمجھی تھی۔“ کرنل شان نے قدرے حیرت سے کہا
 ”کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ شخص ریکارڈ روم سے کچھ حاصل
 کرنے آیا تھا۔؟“

”نہیں۔“ فائل روم مقفل ہے اور چابیاں میجر کمپور
 کی جیب میں موجود تھیں۔“ کرنل سیٹھی نے کہا۔
 ”کیا۔۔۔ وہ تینوں اب ہوش میں ہیں۔؟“ کرنل
 شان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔“ انہیں ہوش میں لانے کی کوششیں ہو
 رہی ہیں۔“ میں چاہتا ہوں کہ آپ خود آکر تحقیقات
 کریں۔ کیونکہ یہ معمولی واقعہ نہیں ہے۔ کہیں کوئی گمراہ
 نہ ہو گئی ہو۔؟“ کرنل سیٹھی نے کہا۔

”نھیک ہے۔“ میں آ رہا ہوں۔ میرے آنے تک
 ان تینوں سے کوئی بات نہ کی جائے۔“ کرنل شان
 جلدی سے بولا۔ اور کہ۔“

اس نے ریسپور کرڈل پر ڈالا اور تیزی سے اٹھ کر
 دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ اپنے نوجوان
 اسسٹنٹ شکر کے ساتھ وزارت دفاع کے دفتر
 کی طرف جا رہا تھا۔ کار کی ڈرائیو بگ سیٹ پر شکر
 بیٹھا تھا جبکہ کرنل اس کی عقبی نشست پر بیٹھا تھا
 دس بارہ منٹ بعد وہ وزارت دفاع کے ہیڈ کوارٹر پہنچ
 گئے۔ شکر نے کمپاؤنڈ میں کار روکی اور اسجن بند کر دیا
 پھر وہ دونوں کار سے اتر کر سمارت کے برآمدے کی طرف
 بڑھ گئے۔ جہاں کرنل سیٹھی کا اردلی ان کے استقبال
 کے لیے موجود تھا۔

”میرے ساتھ تشریف لائیں جناب۔“ اردلی
 نے مؤدبانہ سہجے میں کہا۔

اور وہ اردلی کے ساتھ برآمدے میں داخل ہو گئے۔ ایک راہدار کی کے اختتام پر واقع کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔ قریب پہنچ کر اردلی نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ کمرے میں ایک میز کے پیچھے بیٹھا ادھیڑ عمر کرنل سیٹھی انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ کرنل شان نے سکراتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا اور اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ کرنل سیٹھی نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے شکر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

”کہاں ہیں وہ؟“ انہیں ہوش آگیا ہے۔“
کرنل شان نے پوچھا۔

”ہاں۔ یہیں طلب کر لیا جائے۔“ کرنل سیٹھی نے پوچھا۔

”نہیں۔ وہ ہیں چلتے ہیں۔ کیا وہ ریکارڈ روم میں ہیں۔“ کرنل شان نے ایک لمحہ تک سوچنے کے بعد اٹھتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ٹھہریے۔“ میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں۔“ کرنل سیٹھی بولا۔

پھر وہ تینوں اس کمرے سے نکل کر ریکارڈ روم میں چل دیے۔ اردلی ان کے ساتھ تھا اس نے بڑھ

کر ریکارڈ روم کا دروازہ کھولا اور وہ تینوں کمرے میں داخل ہو گئے۔ کمرے میں میجر کپور، اسس کی اسسٹنٹ لڑکی، اور اردلی کے علاوہ تین فوجی محافظ بھی موجود تھے۔ فوجیوں نے انہیں سلام کیا۔ میجر کپور، اس کی اسسٹنٹ اور اردلی بہت پریشان نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے بھی کرنل وغیرہ کو سلام کیا اور وہ تینوں کمریوں پر بیٹھ گئے۔ کرنل شان نے پہلے میجر کپور سے پوچھ گچھ کی۔ میجر نے روشن کی فون کال ملنے سے لے کر بے ہوشی ہونے تک کے واقعات بیان کر ڈالے۔

”کیا تم نے یقین کر لیا تھا کہ روشن تمہارا مہنی میں دوت تھا۔“ کرنل شان نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”دراصل بہت سال گزر چکے ہیں۔ میں نے سوچا کہ ہو

سکتا ہے کہ وہ میرا دوست رہا ہو اور مجھے یاد نہ آ رہا ہو۔ اس لیے میں نے اس سے ملاقات کرنے میں کوئی خرچ محسوس نہ کیا۔ پھر وہ جس تپاک سے ملا۔ اس سے میں یہی سمجھا کہ واقعی وہ کبھی میرا دوست تھا۔“ میجر کپور نے جواب دیا۔

اس کے بعد کرنل نے باری باری اردلی اور میجر کی اسسٹنٹ سے پوچھ گچھ کی۔

”اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ روشن یہاں سے کچھ چوری کرنے آیا تھا۔“ کرنل شان نے کہا ”شکر تم میجر کے ساتھ فائل روم چیک کرو۔ ہو سکتا ہے روشن کوئی فائل اڑا لے گیا ہو۔“

شکر اور میجر کیپور کے بیان کی روشنی میں سوچنے لگا کہ روشن کون تھا اور اس کا مقصد کیا تھا۔ چند منٹ بعد کرنل سیٹھی اٹھ کر چلا گیا۔ میجر کیپور اور شکر فائل روم میں تھا۔ وہ نصف گھنٹہ بعد فائل روم سے واپس آئے۔ ”چیف۔۔۔ ہر چیز سلامت ہے۔ نہ کوئی لاک ٹوٹا ہے اور نہ کوئی فائل غائب ہوئی ہے۔“ شکر

نے کرنل کو بتایا۔ اور کرنل شان بھی گہری سوچ میں ڈوب گیا اس کا ذہن مطمئن نہیں ہو رہا تھا لیکن اسے شکر کی تصدیق پر یقین کرنا بھی پڑا۔

روشن نے ٹیکسی کالوں کے باہری چھوڑ دی اور بدل ہی کالونی میں داخل ہو گیا۔ وہ دراصل عمران ہی تھا اور وزارتِ دفاع کے دفتر سے کامیاب واپس وٹا تھا۔ میجر کیپور اور اس کے دونوں ماتحتوں کے بے ہوش ہونے کے بعد اس نے میجر کیپور کی جیب سے چابیاں نکال کر انہیں ان سے فائل روم کی تلاش شروع کی تھی۔ اور ایک الماری میں اسے اپنی مطلوبہ فائل نظر آگئی تھی۔ وہ فائل بیک پر اجیکٹ سے متعلق تھی۔ اور عمران نے اس میں موجود بیک پر اجیکٹ کے نقشہ

کی منی کچھرہ سے تصویر میں لے لی تھیں جبکہ فائل اس نے واپس ہماری میں رکھ لی تھی اور فائل پر کوئی ایسا نشان نہ چھوڑا جس سے پتا چلتا کہ اسے چیک کیا گیا تھا۔

ناصر کی زناش گاہ پر پہنچ کر اس نے کال بیل کا بٹن دبایا۔ چند لمحوں بعد گیٹ کھلا۔ ادھیڑ عمر ملازم اسے وہاں سے میٹ آپ میں جاتے ہوئے دیکھ چکا تھا۔ وہ اوتارنے سے ایک طرف بٹا اور عمران اندر داخل ہو گیا۔ برآمدے میں ناصر کھڑا تھا۔

”کیا ان لوگوں نے پتہ کر لیا ہے؟“ عمران نے اپنے ساتھیوں کے بارے میں اس سے پوچھا۔ ”کر رہے ہیں۔ آئیے۔“ ناصر نے مسکرا کر کہا۔ عمران نے اس کے ساتھ راہداری میں داخل ہوتے ہوئے جیب سے لائیٹر نکالا۔ وہ سگریٹ لائیٹر اصل میں منہ بچھرہ تھا۔

اس میں موجود غلم دھو کر دس بارہ سائز کے تین پرنٹ نکال لاؤ۔ عمران نے کچھرہ اسے پکڑتے ہوئے ہدایت کی اور ناصر ایک طرف بڑھ گیا۔ عمران ڈرائنگ روم کی طرف بڑھا۔ قریب پہنچ کر

اس نے جیب سے ریوالت نکالا اور دروازہ کھولتا ہوا تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ کمرے میں اس کے ساتھی میز کے گرد بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھا اور بے ساختہ انہیں پڑے کیونکہ عمران کے ریوالت کا رخ انہیں کی جانب تھا۔ ”خبردار۔“ کوئی اپنی جگہ سے حرکت مت کرے۔ پوری عمارت پولیس کے گھیرے میں ہے۔ عمران آواز بدل کر بولا۔

اس اطلاع پر ان لوگوں نے کھانے سے ہاتھ روک لیے اور پریشان نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

”کون ہو تم۔“ تنویر نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔ ”راجیشیا سیکرٹ سروس۔“ عمران غرایا۔ ”ہاتھ بلند کر لو۔ کسی نے کوئی غلط حرکت کی تو مارا جائے گا۔“ ”ہمارا قصور۔“ صفدر نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

”قصور تمہارا نہیں تمہارے نکاح کی منہ ترم کا ہے۔“ عمران بولا۔ ”یا پھر ان لوگوں کا جو کھانے میں قصوری بیٹھی اسے تھام کر رہے ہیں۔“ کیا اس کھانے

میں قصوری مہیتی ڈال گئی تھی۔
”تم سیکرٹ سرورس کے رکن ہو یا فوڈ انسپکٹر؟“

”فوڈ انسپکٹر تو ہیں پارٹ مائٹ کرتا ہوں۔ اس وقت صرف سیکرٹ سرورس کا ممبر ہوں۔“
”مگر ہمارا جرم کیا ہے۔ تم کیا چاہتے ہو۔؟“

”غصیدہ ہے میں کہہ چاہتا تو بہت کچھ ہوں۔“ بقول مرزا اقبال۔
”تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں۔ میری سادگی دیکھ کیا کھاتا ہوں۔“

”مگر جناب۔۔۔ اقبال تو ڈاکٹر اور علامہ تھے مرزا نہیں تھے۔“ صفدر نے مسکراتے ہوئے کہا
”شاعری اور عشق کا چولی دامن کا ساتھ ہے جناب۔“
”مرزا منہ بنا کر بولا۔ ہر عاشق مرزا ہو سکتا ہے۔ کیا تم نے مرزا جٹ کا قصہ نہیں سنا۔ جب وہ ہیر کے ساتھ محبت کی ہشنگیں بڑھاتا ہے۔“

”ہیر۔۔۔ مرزا جٹ کی نہیں رانجھا کی محبوبہ تھی۔“
”صفدر نہیں کر بولا۔“

”ٹان سنس۔ ایڈیٹ۔!۔۔“ مرزا غرایا۔ ہر شخص

کے لیے اس کی محبوبہ ہیر ہوتی ہے چاہے وہ مرزا ہو یا رانجھا، مہینوال ہو یا فرہاد، سستی ہو یا مراد بلوچ۔
”قید۔۔۔ عشق پر بعد میں بحث کر لیجئے گا پہلے کھانا کھالیں ٹھنڈا ہو رہا ہے۔“ صفدر بولا۔ ”میں آپ کو پہچان چکا ہوں۔“

”دعوت تیرے کی۔“ ”مرزا نے اصل آواز میں کہتے ہوئے ران پر ہاتھ مارا۔“ یار۔ کچھ دیر تو مزہ لینے دیا کرو۔“

”صفدر کی بات پر اس کے سامنے بھی اسے پہچان گئے تھے۔“ تنویر کا غصہ تیز ہو گیا۔ وہ غرا کر بولا
”کبھی تو سنجیدہ ہو جایا کرو کج بخت۔ مذاق کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے۔“

”مرزا آگے بڑھ کر کیپٹن بابر کے ساتھ والی خالی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔“

”جس دن میں سنجیدہ ہو گیا اس دن تم رنجیدہ ہو جاؤ گے بر خور دار۔“ چنانچہ اطمینان سے اپنا دوزخ بھرو
”تنویر اسے خوشخوار نگاہوں سے گھور کر رہ گیا۔ مرزا خاموشی سے کھانا کھانے لگا۔ کھانے کے بعد نامہ کے ملازم نے انہیں چلے پیش کی

”تم لوگ مزید آرام کرنا پسند کرو گے یا کام کرنے کا موڑ ہے۔“ عمران نے پوچھا۔
 ”بس قسم کا کام۔“ جوہان نے پوچھا۔
 ”بہت آسان کام ہے۔“ عمران نے اطمینان سے لہجے میں کہا: ”تم میرے کپڑے دھو لو۔“ تنویر جوتے پالش کرے گا۔ صفر کپڑے استریں گا۔ اور جوہان میرے سر سے جوتے نکلے گی۔“

اس کی بات پر وہ بے اختیار مسکرانے لگے۔ تنویر اور جوہان اسے غصے سے گھورنے لگے تھے۔
 ”کیا ہم یہاں مختاری نوکری کرنے آئے ہیں۔“ تنویر غرایا۔
 ”مذاق مت کرو۔“ میں سنجیدہ ہونے والا ہوں۔“ عمران نے منہ بنا کر کہا۔

اتنے میں ناصر بڑے سائز کی تصویریں لے آیا۔ اس نے تصویریں عمران کے حوالے کیں اور عمران ایک تصویر کا جائزہ لینے لگا جو بیک پراجیکٹ کے نقشے کی تصویر تھی وہ نقشے پر غور کرتا رہا اور سوچتا رہا۔ پھر وہ اپنے ساتھیوں کو ہدایات دینے لگا۔

”ہم دو گروپوں کی صورت میں بیک پراجیکٹ تک پہنچیں

گے۔ ایک گروپ کو صفر لیڈ کرے گا اور اس کے ساتھ تنویر، خاور اور چوہان ہوں گے۔ دوسرے میں کیپٹن بابر، جوہان اور میں ہوں گے۔ بیک پراجیکٹ تک پہنچنے کے دوران میں ہیں۔ ہم آگ آگ راستوں پر سفر کریں گے اور بیک پراجیکٹ پر اکٹھے ہو جائیں گے ایک گروپ کے کسی مصیبت میں پڑنے یا بروقت منزل پر نہ پہنچنے کی صورت میں دوسرا گروپ نیشن مکمل کرے گا۔“

پھر اس نے نقشہ کی ایک کاپی صفر کے حوالے کی اور ان لوگوں کو مزید ہدایات دینے لگا۔ آخر میں بولا۔
 ”روانگی آج شام پہنچ سکتے ہو گی کیونکہ لمبا سفر ہے اور ہمیں رات بارہ بجے تک منزل پر پہنچنا چاہیے۔“ اس کی ہدایات سن کر اس کے ساتھی خاموش رہے۔ وہ اس خطرناک مہم کی کامیابی کے امکان پر سوچ رہے تھے۔

اس کے سامتھی نے لمے تیز نظروں سے گھورا۔
تم خاموش نہیں رہ سکتے۔“
”یہاں سے تیسری بوگی ہیں ڈرائنگ کار بن۔“
سامنے والی نشست پر بیٹھے ان کے سامتھی نے آہستہ سے کہا۔

وہ تینوں سکھ تھے۔ عمر کے لحاظ سے ان کا تیسرا
سامتھی ان دونوں سے بڑا معلوم ہوتا تھا اور ان کی منزل
وہاں سے دوسرا اسٹیشن تھی۔ ان کے قریب دوسری
نشستوں پر بھی مسافر بیٹھے تھے جن میں سے چند سکھ
بھی تھے۔

”سردار جی۔ آپ نے چائے پنی ہے تو پی لیں
ٹرین دس منٹ ٹاپ کرے گی۔“ تیسرا سامتھی
کے قریب بیٹھے ایک مسافر نے کہا۔
”نہیں جی۔ اسے ڈاکٹر نے چائے پینے سے منع کر رکھا
ہے۔“ سامنے بیٹھے سامتھی نے مسکرا کر کہا۔
مشورہ دینے والا سمجھ نہ بولا۔ وہ تینوں پلیٹ کر باہر
پلیٹ فارم کی طرف دیکھنے لگے۔ سات آٹھ منٹ بعد
ٹرین وہاں سے روانہ ہوئی تو کھڑکی کے پاس بیٹھے شخص
کے سامتھی نے طویل سانس لیا اور آنکھیں بند کر کے

گڑھ کے ریلوے اسٹیشن پر مسافر ٹرین کی
چاندی تورات کے آٹھ بج رہے تھے تیسری
بوگی میں ایک کھڑکی کے پاس بیٹھے شخص نے وائیں جانب بیٹھے
اپنے سامتھی کی طرف دیکھا۔

”کیا خیال ہے۔ چائے کی ایک پیالی پی لی جائے؟“
”نہیں۔ اس کا سامتھی سختی سے مگر آہستہ آواز
میں بولا: ”ٹرین یہاں زیادہ دیر نہیں رُکے گی۔“
”کیا اس گاڑی میں کھانے کا ڈبرہ نہیں ہوتا؟“ اس
آدمی نے دوبارہ کہا۔

اونگھنے لگا۔ حقیقت میں وہ کچھ سوچ رہا تھا۔
چند منٹ بعد ایک ٹکٹ چیکر وہاں آگیا۔ اس
کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا۔ اس کے جسم پر بھی سفید
وردی تھی۔ ٹکٹ چیکر مسافروں کے ٹکٹ چیک کرنے
لگا جبکہ نوجوان غور سے ایک ایک مسافر کا جائزہ لے
رہا تھا۔ دوسرے مسافروں کی طرح ان تینوں ساتھیوں
کے بھی ٹکٹ چیک کئے گئے۔ اس دوران نوجوان ان کی
طرف غور سے دیکھتا رہا۔

ٹکٹ چیک کرنے کے بعد نوجوان چیکر کے ساتھ
دوسری رو میں بیٹھے مسافروں کی طرف بڑھ گیا۔ پندرہ
منٹ بعد ٹرین ایک چھوٹے سے اسٹیشن پر رکی اور
دو تین منٹ بعد دوبارہ چل پڑی۔ کھڑکی کے پاس
بیٹھے شخص نے اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں
بند تھیں۔

”اب ہمارا اسٹاپ آئے گا۔“ اس نے ساتھی
کے کہانے جاگ جاؤ۔“

”جاگ رہا ہوں۔“ وہ آنکھیں کھولے بغیر بولا۔
وہ صفر تھا۔ جگانے والا تنویر تھا جبکہ تیسرا ساتھی
خاور تھا۔ چوہان دروازے کے قریب والی سیٹ پر

بیٹھا تھا اور وہ بھی موجودہ ٹیلیہ میں سکھ نظر آ رہا تھا۔
لیکن دوران سفر وہ ان سے لاتعلقی رہا تھا۔ ان کے پاس
بظاہر کوئی سامان نہیں تھا اور تمام ضروری چیزیں ان
کے لباسوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ صفر کے اندازے کے
مطابق چیکر کے ساتھ آنے والا نوجوان انٹیلی جنس کا
آدمی ہو سکتا تھا۔ اور اُسے فکر تھی کہ کہیں اس نے
ان کے میک اپ نہ محسوس کر لیے ہوں لیکن اب تک
کچھ نہیں ہوا تھا اور ان کی منزل آنے والی تھی۔

تقریباً بیس منٹ بعد ٹرین کی رفتار کم ہونے لگی تو
صفر نے آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ساتھی بھی ہوشیار
ہو گئے۔ تنویر نے کھڑکی سے باہر جانکا لیکن اندھیرے
میں کچھ دکھائی نہ دیا۔ چند لمحوں بعد باہر آبادی کی روشنیاں
نظر آنے لگیں۔ ٹرین کی رفتار بتدریج کم ہوتی چلی گئی اور
پھر ایک چھوٹے سے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر ٹرین
رک گئی۔

وہ تینوں اٹھ ہو گئے۔ چوہان ان سے پہلے اتر گیا۔
وہ تینوں بھی ٹرین سے اتر آئے۔ پلیٹ فارم پر زیادہ
رشتہ نہیں تھا۔ وہ گیٹ کی طرف بڑھے۔ وہاں ٹکٹ
کلکٹر موجود تھا۔ وہ باری باری اُسے ٹکٹ دیکھا کر گیٹ

سے باہر آگے باہر ٹیکسی اسٹینڈ پر چند ٹیکسیاں
موجود تھیں۔ چوہان ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کر رہا
تھا۔ وہ تینوں اس کے قریب پہنچ گئے۔
چوہان نے انہیں ٹیکسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود
ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور نے
انجن اسٹارٹ کر کے ٹیکسی آگے بڑھائی اور اسٹینڈ
سے باہر آکر رفتار میں اضافہ کرنے لگا۔

”سردار جی۔!“ دفعتاً ڈرائیور نے چوہان کو
مخاطب کیا۔ ”میں روڑے گاؤں تک آپ کو پیدل
جائیں گے۔“

”نہیں۔ ہمارے لیے وہاں تانگو موجود ہوگا۔“
چوہان محتاط انداز میں بولا۔

”ٹرین آج نصف گھنٹہ لیٹ آئی ہے۔ ہو سکتا
ہے تانگو آپ کا انتظار کرنے کے بعد واپس چلا گیا ہو۔“
ڈرائیور بولا، ”آپ چاہیں تو میں آپ کو گاؤں تک
پہنچا سکتا ہوں۔“

”شکریہ۔“ وہاں سے گاؤں زیادہ دور نہیں
ہے۔ ہم پیدل چلے جائیں گے۔“ چوہان نے خشک
لہجے میں بولا۔

”مرضی ہے آپ کی۔“ ورنہ میں اسی کرایہ میں آپ
کو وہاں پھوڑا آتا۔“

”اس رعایت کی وجہ۔“؟“ چوہان نے اسے
گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ہمدردی۔!“ ڈرائیور مسکرایا۔ ”یہ آخری ٹرین تھی۔
اس کے بعد میں ٹیکسی بند کر دیا کرتا ہوں۔ آپ کے گاؤں
میں میری خالہ رہتی ہے اس سے مل لوں گا اکی بہانے۔“
”کیا خیال ہے۔“؟“ چوہان نے پٹ کر صغریٰ سے
پوچھا۔

”نہیں۔ ٹیکسی کے شور سے گاؤں والے بے آرام
ہوں گے اور انہیں ہماری آمد کا پتہ چل گیا تو وہ اسی وقت
سننے آجائیں گے جبکہ اس طویل سفر کے بعد ہم آرام
کرنا چاہتے ہیں۔“

”آپ دلی سے آرہے ہیں شاید۔“ ڈرائیور بولا
”یار۔“ تم خاموشی سے ڈرائیور تک کر دو۔ کہیں
کوئی حادثہ نہ کر بیٹھو۔“ صغریٰ نے ہنسنے میں کہا
ڈرائیور کچھ نہ بولا۔ ٹیکسی شہر کی حدود سے باہر نکل
آئی اور ایک ویران کی سڑک پر دوڑنے لگی۔
”سردار جی۔“ مجھے حیرت ہے کہ آپ دل سے آ

آ رہے ہیں اور آپ کے پاس کوئی سامان نہیں ہے
کیا گاؤں والوں کے لیے وہاں سے کچھ نہیں لائے ہیں
تو جب بھی خالہ سے ملنے جاتا ہوں کم از کم مسٹھائی کا
ڈبر ضرور لے جاتا ہوں۔“

”سامان ہم نے اپنے ملازم کے ہاتھ پہلی ٹرین سے
بھیج دیا تھا۔“ صدف نے غصیلے لہجے میں کہا
”یار۔ تم ڈرائیور ہو یا اخباری رپورٹر۔ سوال پرسوال
کئے جا رہے ہو۔“ تنویر نے ڈرائیور کو گھورتے ہوئے
پوچھا۔

”آپ ناراض ہوتے ہیں تو اب میں نہیں بولوں گا۔
سردار جی۔“ ڈرائیور نے کہا۔
وہ چاروں کچھ نہ بولے، چند لمحوں بعد ڈرائیور نے سڑک
کے کنارے ٹیکسی روک دی۔

”کیا بات ہے۔؟“ چوہان نے چونکتے ہوئے پوچھا
”میں ذرا پیشاب کی حاجت محسوس کر رہا ہوں۔“
ڈرائیور نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

اور وہ ٹیکسی سے اتر کر سڑک کی دوسری جانب
واقع گھنے درختوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ
اندھیرے میں غائب ہو گیا۔

”کم بخت بہت باتوں سے۔“ خاور نے طویل
سانس لیتے ہوئے کہا۔
”کیا ہم گاؤں تک پیدل جائیں گے۔؟“ تنویر
نے پوچھا۔

”نہیں۔ گاؤں میں ہم نے جا کر کیا کرنا ہے۔“ منہ
بولاً ”ہم گاؤں سے کافی فاصلے گزریں گے۔“
”اور وہ تانگہ۔؟“ تنویر نے حیرت سے کہا
”وہ تو محض اسے مطمئن کرنے کے لیے کہا تھا۔“ چوہان
نے مسکرا کر کہا۔

تقریباً دو تین منٹ بعد ڈرائیور درختوں کی آڑ سے برآمد
ہوا۔ قریب آکر وہ ٹیکسی میں بیٹھا اور انجن اسٹارٹ کر کے چل
پڑا۔ پانچ چھ منٹ بعد اس نے پھر ایک جگہ ٹیکسی روک
دی، وہاں سے ایک کچی سڑک مغرب کی طرف پھوٹ رہی
تھی۔ وہ چاروں اترے، چوہان نے طے شدہ کرایہ کی رقم
ڈرائیور کو ادا کی اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کچے راستے پر اتر
گیا۔ ٹیکسی وہیں رُک رہی، چند لمحوں بعد وہ ڈرائیور کی گاہیل
سے اوجھل ہوئے تو ڈرائیور نے سوئیچ بورڈ کے نیچے
نصب ٹیپ ریکارڈر کا بٹن آف کیا۔ پھر اس نے کیسٹ
ریورس کی اور دوبارہ بٹن آن کر دیا۔ ایک دو لمحوں بعد

ٹیپ کے اسپیکر سے آواز ابھرنے لگی۔
”کم بخت بہت باتونی ہے۔ کیا ہم گاؤں تکسہ پیا
جائیں گے۔“

ڈرائیور توجہ سے سنتا رہا۔ ٹیپ خاموش ہو گیا تو اس
نے جلدی سے ڈسٹش بورڈ کا خانہ کھولا۔ اس میں چھوٹا سا
پاکٹ سائز ٹرانسمیٹر رکھا تھا جو دراصل ٹرانز
میتھار ڈرائیور نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور تیزی سے بولنے لگا۔
”ہیلو راجن۔ گو پل کالنگ۔ اور۔“

وہ کئی لمحوں تک اپنے الفاظ دہراتا رہا۔ تقریباً دس سیکنڈ
بعد رابطہ قائم ہوا اور ٹرانسمیٹر سے راجن کی آواز ابھرنے لگی۔

رات کے آٹھ بجے تھے۔ سیاہ رنگ کی دین سنڈان
سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ ڈرائیورنگ سیٹ پر
امر بیٹھا تھا۔ عمران اس کے برابر میں بیٹھا چوتھم چارہ تھا جبکہ
بولیا اور کیپٹن بابر عقبی نشستوں پر خاموش بیٹھے بابر دیکھ رہا تھا
انہیں سفر کرتے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے تھے اور ابھی انہیں
مزید دو گھنٹے سفر کرنا تھا۔ عمران ادھیڑ عمر نظر آ رہا تھا جبکہ
کیپٹن بابر موجود۔ ایک آپ میں نوجوان لڑکا معلوم ہوتا تھا
”کیپٹن۔ چائے تو پلاؤ۔“ چند لمحوں بعد
عمران نے کیپٹن بابر کو مخاطب کیا۔

پر سادہ لباس والے نہیں ملے تھے۔ پولیس کا ایک آدمی
نامہ کارڈ ریوٹنگ لائنس اور گھڑی کے کاغذات طلب کر
کے چیک کرنے لگا۔

”جناب — آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں —؟“ سادہ
لباس والے نے عمران سے پوچھا۔
”شہر جا رہے ہیں، آپ کو کوئی اعتراض ہے کہ —؟“
عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”نہیں جناب — ایسی کوئی بات نہیں —“ وہ آدمی
مسکرا کر بولا۔ ”در اصل شہر میں ان دنوں کافی کشیدگی پائی جاتی
ہے۔ سکھ قوم پرست باہر سے آنے والوں کو تشدد کا نشانہ
بناتے ہیں۔“

”ہمیں کوئی فکر نہیں — ہم وہاں کے قدیم رہائشی ہیں
اور سکھوں سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ عمران بولا۔
”بھربھی احتیاط ضروری ہے جناب — آپ کا نام و پتا

ہمیں نوٹ کر ادیں تاکہ کسی حادثے کی صورت میں —
اس آدمی نے کہا چاہا۔

”برخود دار — میرا نام کرشن ہے۔ یہ میری بیوی اور وہ
لڑکا ہے۔“ عمران نے جولیا اور کیپٹن باہر کے باغ
میں بتایا پتھانٹ کر لوہگی نبرسات۔ کاشی پورہ نزد پولیس چوکی۔

کیپٹن باہر نے چائے کے تھرماس سے کپ میں چائے
ڈال کر کپ عمران کو پکڑا دیا۔

”جولی — تم بھی پی لو —“ تمکاوٹ دور ہو
جائے گی۔ عمران نے جولی سے کہا۔
”میں طلبہ نہیں ہوں۔“ جولی نے مسکرا کر کہا۔
”بھربھی نہیں ہو رہی —“ عمران نے پوچھا۔
”کی رات میں کہیں شاپ کرنا ہے؟“
جولی نے سوال کیا جو میک ٹپ میں ادھیڑ عمر عورت نظر آ
رہی تھی۔

”ہاں — وہاں کسی ہوٹل سے کھانا کھائیں گے۔“

عمران بولا۔ ”کیونکہ پھر سنبھالنے کب کھانا نصیب ہو؟“
چند منٹ بعد ایک چیک پوسٹ کی روشنی نظر آنے
لگی۔ جس کی دوسری جانب کسی شہر کی روشنیاں ٹٹار رہی تھیں۔
اب تک وہ چار چیک پوسٹوں سے کسی خطرے کے بغیر گزرا
کر آئے تھے۔ چیک پوسٹ پر پہنچ کر نامہ کرنے وین روکی۔ آگے
رکاوٹ تھی۔ وہاں پولیس کے دو جوان کھڑے تھے۔ جبکہ
پوسٹ کی عمارت کے باہر ایک میز کے گرد دو سادہ لباس
والے بیٹھے تھے۔ وین رکتے لان میں سے اٹھ کر دین کی
طرف بڑھا۔ عمران ہوشیار ہو گیا۔ کیونکہ گزشتہ چیک پوسٹوں

”شکریہ۔۔۔۔۔“ وہ آدمی بولا۔ ”میں نوٹ کر لوں گا آپ
ذرا احتیاط سے شہر میں جلیئے گا۔“
وہ پیچھے ہٹ گیا۔ پولیس والا بھی ناصر کے کاغذات
چیک کر چکا تھا۔ ناصر نے دین آگے بڑھائی اور پولیس کے
دوسرے جوان نے سڑک سے گھڑی کی رکاوٹ ہٹا دی، عمران
نے اطمینان کا سانس لیا۔
”تم نے مجھے بیوی کیوں کہا۔۔۔۔۔“ جولیا نے غصیلے لہجے
میں پوچھا۔

”اور کیا امی جان کہتا۔۔۔۔۔“ عمران احمقانہ لہجے میں بولا،
اس کی بات پر کیٹیپن بابر اور ناصر بے ساختہ مسکرا دیئے
اور جولیا ہونٹ بھینچ کر عمران کے سر کو گھورنے لگی۔
شہر میں داخل ہو کر عمران کے اشارے پر ناصر نے ایک
ہوٹل کے باہر دین روک دی۔ ہوٹل کے باہر دین روک
دی۔ ہوٹل میں نصف گھنٹہ تک وہ کھانے پینے میں
مصروف رہے اور وہاں سے آگے چل دیئے۔ چند منٹ
بعد وہ شہر سے نکل آئے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد وہ اگلے شہر
سے باہر مواقع چیک پوسٹ پر رکے۔ وہاں بھی پولیس کے
علاوہ سادہ لباس والے دو افراد موجود تھے۔ وہ دونوں
دین کے قریب آئے

”آپ کہاں بار سب ہیں جناب۔۔۔۔۔“ ایک سادہ
لباس والے نے پوچھا جو سر سے گنجائتا۔
”شہر۔۔۔۔۔“ وہاں ہمارے ایک عزیز کی ڈیوٹی ہو
گئی ہے۔۔۔۔۔“ عمران نے بتایا۔
”براہ کرم ہمارے ساتھ آئیں۔ تاکہ آپ کا نام وپٹا نوٹ
کر لیا جائے۔۔۔۔۔“ اس آدمی نے کہا۔
”کیا یہ ضروری ہے۔۔۔۔۔“ یہیں نوٹ کر لو۔۔۔۔۔“
عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”جی ہاں۔۔۔۔۔“ بہت ضروری ہے۔ عدالت میں انسپکٹر
صاحب آپ کا نام دیتا مکھیں گے۔“ گنجائست بیٹھے
میں بولا۔

”چلئے۔۔۔۔۔“ عمران دروازہ کھول کر دین سے اترتا
ہوا بولا۔

”آپ تینوں بھی آجائیں۔۔۔۔۔“ گنجائست نے کیٹیپن بابر
جولیا اور ناصر سے کہا۔

”ان کی کیا ضرورت ہے۔ میں جو ہوں۔۔۔۔۔“ عمران جلدی
سے بولا۔

”ان کا آپ سے کیا رشتہ ہے۔۔۔۔۔“ گنجائست نے پوچھا
”وہی جو میاں بیوی کا ہوتا ہے۔۔۔۔۔“ لڑکا میرا بیٹا

بے — عمران بولا۔

”خیر — آئیے —“ گنگنا پٹ کر بولا۔

عمران اس کے ساتھ چیک پوسٹ کی عمارت کی طرف بڑھا۔ وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک انسپکٹر کے علاوہ ایک سادہ لباس والا دراز قد شخص بیٹھا تھا۔ ایک پیسے پر دو سپاہی بیٹھے تھے۔ دراز قد خور سے عمران کو دیکھنے لگا گنگنے نے اسے دین کا نمبر بتاتے ہوئے کہا۔

”سر — یہ ایک عزیز کی ڈیوٹی پر جا رہے ہیں۔“

دراز قد نے میز پر رکھے ایک کانڈ پر نظر ڈالی اور عمران نے اسے چونکتے دیکھا۔

”تمہارا نام —“ وہ دوبارہ عمران کی طرف دیکھ کر بولا۔

”راہجو —“ عمران نے کہا۔ اس کی چھٹی حس یکدم بھڑکنے لگی تھی۔

”اسے گرفتار کر لو —“ دراز قد اٹھتا ہوا غرایا۔

”اور گنگنے نے یکدم ریو الوڑ نکال کر عمران پر تان لیا۔ عمران کو حیرت کا جھکا لگا۔ سپاہیوں نے تیزی سے عمران پر رفلکس تان لیں۔

”مگر جناب —“ میرا قصور —“ عمران پر لیشان ہو کر بولا۔

پچھلی چیک پوسٹ پر تم نے اپنا نام کرشن لکھوایا تھا۔ اور اسی شہر میں تمہاری رہائش گاہ تھی۔ جبکہ اب تم آگے جا رہے ہو۔ دراز قد نے طنز یہ میں کہا۔ ”ما تھہ بلند کر لو۔“ عمران بوکھلا گیا۔ سب کچھ غیر متوقع تھا۔ دراز قد نے گنگنے سے کہا۔

”ساجن سے کہو اس کے ساتھیوں کو اندر سے آئے۔ کوئی بھاگنے نہ پائے۔“

گنگنے نے دروازے سے باہر نکل کر ساجن نامی شخص کو ہدایت کی۔ اور دوبارہ اندر آ گیا۔

”سر — کیا یہ وہی ہیں —“ گنگنے نے دراز قد سے پوچھا۔

”شاید —“ بہر حال یہ غلط آدمی ہیں۔ کیونکہ کاشی

پورہ کی گلی نمبر سات میں کرشن نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔“ وہ مسکرا کر بولا۔

”مگر میں تو وہیں رہتا ہوں جناب —“ عمران نے

جلدی سے کہا۔

”بکومت —“ ایک گھنٹہ قبل ہی ہم نے تحقیق مکمل

کر لی تھی۔ پچھلی چیک پوسٹ کا ہم سے رابطہ ہے۔“ دراز قد غصے سے بولا۔

عمران سمجھ گیا — پچھلی چیک پوسٹ والوں نے ان کے کوائف کے متعلق آگاہ کی تھی۔ یقیناً ان کا تعلق سیکرٹ سروس سے تھا۔ اور انہوں نے بلیک پر ایکٹ کی طبیعت کے سلسلے میں چیلنگ کے انتظامات کئے تھے۔ شاید سیکرٹ سروس کو علم ہو چکا تھا کہ وہ پاکیشیا سے یہاں پہنچ چکے ہیں۔

چند لمحوں لبِ عمران کے ساتھی کمرے میں داخل ہوئے اور عمران کو ہاتھ بند کئے دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ دراز قد نے انہیں ہاتھ بند کرنے کا حکم دیا۔ اور انہوں نے ہاتھ اٹھا دیئے۔

”یہ تمہاری بیوی ہے —؟ دراز قد نے بولیا کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”اور تمہاری ماں ہے۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں بولا۔

”بکو اس بند کو دھڑھے۔“ دراز قد غرایا۔ ”تم اس وقت سیکرٹ سروس کی حراست میں ہو۔“

پھر اس نے گجے اور اس کے ساتھی صاحبز سے کہا: ان کی تلاش کرو اور ان کے میک اپ صاف کرو۔ یہ یقیناً ہمارے مطلوبہ افراد ہیں۔“

اس کی بات سن کر عمران تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ جبکہ بولیا، ناصر اور کیپٹن بابر کی پریشانی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

میں بولا ۔
 ” ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی خالہ کے پاس جانے کا فیصلہ کر رہا ہو۔۔۔۔۔“ خاور نے مسکرا کر کہا ۔

” نہیں۔۔۔۔۔“ ؛ صفدر بولا ۔ ” کوئی گڑبڑ معلوم ہوتی ہے ؟“
 ” کیسی گڑبڑ۔۔۔۔۔“ ؛ چوہان نے چونکتے ہوئے پوچھا ۔
 ” ڈرائیور مجھے عام آدمی معلوم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔“ صفدر بولا
 ” اگر وہ باتوئی بھی ہے تو باتوئی لوگ اس قسم کی باتیں نہیں کیا کرتے جس قسم کی وہ دوران سفر کرتا رہا ہے ۔ اس کو چیک کرنا چاہیے کہ وہ کیا کر رہا ہے ۔ تم لوگ یہیں ٹھہرو ۔ میں دیکھتا ہوں جا کر۔۔۔۔۔“

وہ تینوں دائیں جانب کے درختوں کی آڑ میں ہو گئے
 جب کہ صفدر درختوں کی آڑ لیتا ہوا واپس مین روڈ کی طرف
 بڑھنے لگا ۔ چند لمحوں بعد وہ سڑک کے کنارے والے درختوں
 کی آڑ میں پہنچ گیا ۔ ٹیکسی وہاں سے پانچ چھ قدم بائیں جانب
 کھڑی تھی ۔ اور اس کی عقبی سرخ بتیاں روشن تھیں ۔ صفدر
 زمین پر بیٹھا اور ہاتھ پاؤں کے بل چلتا ہوا درخت کی آڑ
 سے نکل آیا ۔ اس کا رخ ٹیکسی کی طرف تھا جس سے ہلکی
 ہلکی آواز ابھر رہی تھی مگر اسجن کے شور میں آواز واضح
 نہیں تھی ۔

، تنویر ، چوہان اور خاور کے راستے پر
 صفدر اترے ۔ صفدر نے پلٹ کر دیکھا ٹیکسی
 ابھی تک وہیں کھڑی تھی ۔ اس پر وہ چونکے نظر نہ رہ سکا
 اس لمبی سڑک کے دونوں طرف درخت تھے اور درختوں
 کی دوسری جانب کھیتوں کے سلسلے ٹیکسی کی ہڈ لائنیں
 بھی ہوتی تھیں جن کے سبب ٹیکسی کا ڈرائیور نظر نہیں آ
 رہا تھا چند قدم چلنے کے بعد تنویر نے بھی پلٹ کر سڑک
 کی طرف دیکھا ۔

” وہ خالی واپس نہیں گیا۔۔۔۔۔“ وہ آہستہ سے غصیدے لہجے

وہ ٹیکسی کے پہلو میں بقی دروازے کی پاس پہنچا تو آواز واضح ہو گئی۔ اور وہ آواز اندھ بیٹھے ڈرائیور کی ہی تھی۔

ہیلو راجن — گوپال کانگ۔ اور —؟
صفدر کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ڈرائیور کا نام گوپال ہے اور وہ کسی گوپال نامی شخص کو ٹرانسمیٹر پر کال کر رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر وہ چونکا اور غور سے سننے لگا۔

”یس گوپال — راجن ریسونگ۔ اور —“
چند لمحوں بعد ایک دوسری آواز سنائی دی۔

”میں نے چار آدمی ٹریس کئے ہیں —“ گوپال نامی ڈرائیور کی آواز ابھری۔ ”وہ چاروں سکھ ہیں لیکن حقیقت میں وہ کوئی اور ہیں۔ کیونکہ ان کا لب و لہجہ سکھوں سے ذرا مختلف معلوم ہوتا ہے۔“

تفصیل بتاؤ گوپال — تم نے انہیں کہاں سے ٹریس کیا —؟ راجن کی آواز سنائی دی۔

اور گوپال تفصیل سے ان کے ٹیکسی میں سفر کی روایتیں سناتے لگا۔ صفدر خاموشی سے کار کے پاس اکٹروں بیٹھا سن رہا تھا۔

”اوہ —“ راجن کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی —
تمہارے خیال میں وہ ہمارے مطلوبہ پاکیشیائی ایجنٹ

ہیں —؟“
”ہاں — مجھے ان پر ہی شک ہے —“ گوپال بولا۔ ”ایک جگہ میں ٹیکسی روک کر پیشاب کرنے گیا تو میں نے ٹیپ ریکارڈ آن کرنا لگیا۔ انہوں نے میری غیر موجودگی میں جو باتیں کیں ان سے پتا چلتا ہے کہ ان کی منزل گاؤں نہیں ہے۔“

اس کی بات سن کر صفدر چونک پڑا۔ گوپال ان کی وہ باتیں دہرا رہا تھا جو انہوں نے اس کی غیر موجودگی میں کی تھیں۔
”ٹھیک ہے — وہ ہمارے مطلوبہ افراد ہی ہوں گے۔“ چند لمحوں بعد راجن کی آواز آئی —
”تم ان کا پیچھا کرو۔ میں چند ساتھیوں کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں۔ ان سے پہنچنے پر انہیں گرفتار کر کے یہاں لے آنا۔“
”آل رائٹ — کتنا دقت لگے گا —؟“ گوپال نے پوچھا۔

”سڑک تک وہ سیلی کا پٹر کے ذریعے پہنچیں گے۔ وہاں سے پیدل۔ ٹرانسمیٹر لینے پاس رکھنا۔ وہ تم سے رابطہ قائم کریں گے۔ اور تم انہیں گائیڈ کرو گے۔ پندرہ منٹ لگ ہی جائیں گے — اور رائنڈ آل —“

صفدر فیصلہ کر چکا تھا کہ اسے کہا کرتا ہے۔ اس نے

جیسے سائیکلسرنگار لیو الورنسکالا اور رکھڑا ہو گیا۔ گوپال اپنی اپنی بیڈ پر ہی تھا۔ صفدر نے اس کے سر کا نشانہ لے کر نائیک اور وہ تڑپتا ہوا اسپرنگ پر جھک گیا۔ صفدر نے دروازہ کھول کر احتیاط سے اس کی تلاشی لی گوپال کی ایک جیب سے پھوٹسا کلڈر برآمد ہوا۔ اس نے نیکی کی مانند ڈالتی جلا کر کارڈ پر نظر ڈالی۔ اس پر ایک تھون میں بھیڑیے کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ جو راجیشیا سیکرٹ سروس کا مخصوص نشان تھی۔ صفدر نے کارڈ اپنی جیب میں رکھا۔ گوپال کی دوسری جیب سے ایک سائیکلسرنگار لیو الورنسکالا صفدر لیو الورنس کے کمر واپس اپنے ساتھیوں کی طرف چل دیا۔ لیکن اب وہ کافی فکر مند تھا۔ پندرہ منٹ بعد گوپال کے ساتھ ہیلی کاپٹر کے ذریعے وہاں پہنچے دس تھے۔ وہ گوپال کی تلاش دیکھ کر فوراً ہی وسیع پیمانے پر ان کی تلاش شروع کر دیتے۔

”کیا۔۔۔۔۔؟ اس کے قریب پہنچنے پر تو پرے تیزی سے پوچھا۔“

”کچھ دیر کے لیے ہر خطرے سے محفوظ ہو گئے ہیں۔“

صفدر بولا۔
”کیا مطلب۔۔۔ کیا خطرہ۔۔۔؟ خاور سے

چونکتے ہوئے پوچھا۔
اور صفدر انہیں گوپال کے بارے میں بتانے لگا۔
تفصیل سن کر وہ بھی پریشان ہو گئے۔
”آؤ۔۔۔ پندرہ منٹ میں یہیں کم از کم گاؤں تک پہنچ جانا چاہیے۔“ صفدر نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اگر انہوں نے ہیلی کاپٹر سے ہی تلاش شروع کر دی تو۔۔۔؟“ جوہان نے پوچھا۔

”دیکھا جائے گا۔ فی الحال ہمیں تیزی سے فاصلہ طے کرنا چاہیے۔“ صفدر لا پرواہی سے بولا۔

اور وہ لوگ تیزی سے قدم اٹھانے لگے۔ تقریباً دس بارہ منٹ بعد وہ ایک پھوٹے سے گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ تب انہوں نے کچی سڑک چھوڑ دی اور دائیں طرف کھیتوں کے درمیان ایک پگڈنڈی پر چلنے لگے۔ کھیتوں میں دور دور تک باجرے کی قد آدم فصل اُگی ہوئی تھی ان کے پاس ٹارچیں تھیں لیکن وہ ٹارچیں جلائے بغیر ستاروں کی مدد سے روشنی میں سفر کر رہے تھے۔ گاؤں نے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پہنچ کر وہ دوبارہ مغرب کی طرف مڑ گئے۔

ٹھیک اسی لمحے فقار میں ہیلی کاپٹر کی مخصوص پھڑپھڑاہٹ
کا شور ابھرنے لگا۔ انہوں نے پٹ کر عقب کی طرف
دیکھا۔ بہت دور قضا میں ایک بھٹی سی روشنی حرکت
کر رہی تھی۔ یقیناً وہ ہیلی کاپٹر کی روشنی تھی۔ جو گاؤں کی گز
میں پرواز کر رہا تھا۔

ہیلی کاپٹر دیکھ کر وہ پریشان ہو گئے لیکن انہوں نے
قدم نہ روکے۔ صفحہ کا اندازہ تھا کہ وہ لوگ انہیں پہلے
گاؤں میں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور وہاں
ان کے دستیاب نہ ہونے پر ادھر ادھر تلاش کریں گے۔
چند لمحوں بعد ہیلی کاپٹر گاؤں کی فضا میں نظر آنے لگا۔
لیکن وہ وہاں اترنے کی بجائے ان سمت مرتما چلا گیا۔ صفحہ
نے اسے اپنی جانب آتا دیکھا تو اس کے قدم رکتے چلے گئے۔

=====

اور اس کا گناہ سنا تھی اپنے رلیو اور جیو
ساجن میں ڈاکے کیپشن بابو اور جولیا کی طرف بڑھے۔
اے بر خور دل گھنٹے ————— "با عماران نے یکدم اسے سکلا
تیسرے بات کرو خبیث بڑھے ————— گھنٹے نے غزا

کر کہا۔ "میرا نام جیون ہے۔"
"ناراض کیوں ہوتے ہو بیٹا۔" ————— "عماران نرم لہجے
میں بولا۔ "میں تو کہہ رہا تھا کہ میری بیگم کی تلاش لیتے ہوئے
میں شرم آئی چلیے۔ آخر وہ تمہاری ماں ہے۔ ماں نہ
ہی ماں جیسی سی۔"

عمران گنگایا۔
 ”یا صبر چلو۔۔۔“ اے جیون نے جو لیا سے تسکمانہ لہجے میں کہا۔
 جویا نے عمران کی طرف دیکھا جیسے اس کی اسکیم نہ سمجھ پائی ہو۔
 ”جاؤ بیگم۔۔۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔“
 عمران نے اسے آنکھ سے مخصوص اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر
 یہ بد سبخت کوئی غلط حرکت کرے تو اس کی آنکھیں نکال کر آئی
 بنیک میں جمع کرادینا۔ نیکی کا کام ہے۔“

بھولیا پٹ کمر دروازے کی طرف بڑھی۔ جیون اور ساہن
 اس کے پیچھے ہوئے۔ عمران فوراً اٹھ اٹھا۔
 "مے مچائی ساہن رنگ رنگیے۔ تم کہاں جا رہے
 ہو۔ مشافقت سے یہیں کھڑے رہو۔ ورنہ۔۔۔"
 "ورنہ تم کیا کر لو گے۔" متھن نے غصیلے لہجے میں
 پوچھا۔

”کروں گا نہیں بلکہ کہوں گا کہ ۔ ساہن ساہن پکاروں میں
گیلوں میں ۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ دونوں مل کر بیگم کو اعزاز
لیں گے۔“

”بجو اس بند کمر و —! مستحقِ شغریا! اب تم نے ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو گولی مار دوں گا۔“

عمران خاموش ہو کر منہ چلانے لگا۔ جولیاء، صاحبزادہ اور

ہاں — یہ ٹھیک رہے گا۔ اب کم از کم میں تم سے
یہ تو کہہ سکتوں تھا کہ میرا پہاڑ تیرے جیون کے سنگ رہے گا؛

بیون باہر نکل گئے تھے۔ کمرے میں اب مستحق، پولیس کے دو کارکن اور انسپٹر رہ گیا تھا۔ جولیا عمران کا اشارہ سمجھ گئی تھی۔ عمارت سے باہر آ کر بیون نے جولیا کی تلاش لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا کہ جولیا نے یکدم اس کا بازو پکڑا اور اسے جوڑو کا داؤ مارا۔ بیون اس کی پشت سے ہوتا ہوا اس کے سامنے آگرا اور کرلنے لگا۔

یہ دیکھ کر ساجن تیزی سے جولیا کی طرف بھٹا۔ جولیا غافل نہیں تھی۔ اس نے یکدم اچھل کر ساجن کے سینے میں فلائنگ بگ رسید کی اور وہ چنچ کر پشت کے بل پیچھے جاگرا۔ فوراً ہی سڑک کے کنارے کھڑے دونوں سپاہی جولیا کی طرف دوڑے۔

ساجن کی چیخ اندر سنی گئی تو مستحق بے اختیار اچھل پڑا۔ اس نے سپاہیوں کی طرف دیکھ کر کہا: "باہر دیکھو شاید بڑھیلے ان پر حملہ کر دیا ہے۔"

دونوں رائفل بردار سپاہی دروازے کی طرف لپکے اور کمرے سے نکل گئے۔ ٹھیک اسی لمحے عمران نے حرکت کی اور اڑتا ہوا مستحق پر آ پڑا۔ مستحق کے ہاتھ سے ریوالتھوٹ گیا اور وہ کرسی سمیت پیچھے جا پڑا۔ انسپٹر بوکھلا کر کھڑا ہو گیا اور اسی نے اپنے ہولسٹر سے ریوالتھوٹ نکالنے کی کوشش

کی۔ لیکن اسی لمحے ناصر نے اس پر جھبٹ کی اور انسپٹر لڑکھڑاتا ہوا مینر سے جا ٹکرایا۔ ناصر نے فوراً ہی سنبھل کر اپنا ریوالتھوٹ نکالا اور اس کے سینے سے لگا دیا۔

یکپٹن باہر کی طرف دوڑا۔ عمران نے مستحق کو گریبان سے پکڑ کر اٹھایا اور اس کی ناک پر مسکارسید کر دیا۔ مستحق کے حلق سے کراہ خارج ہوئی اور اس کی ناک خون اگلنے لگی۔ لیکن اس نے فوراً ہی سنبھل کر عمران کے جڑے پر مسکارسید کر دیا۔ عمران پیچھے کی جانب لڑکھڑایا۔ مستحق نے اپنے ریوالتھوٹ کی طرف جھبٹ کی۔ اسی لمحے عمران نے سنبھل کر اس پر چھلانگ لگا دی۔ مستحق منہ کے بل فرش پر جا پڑا۔ اور عمران کی پشت پر سوار ہو گیا۔

اس نے مستحق کے سر کے بال پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا اور پھر فرش سے ٹکرا دیا۔ مستحق کے حلق سے چیخ مچل گئی۔ عمران نے جلدی سے کھڑی ہتھیلی کی ضرب اس کی گردن پر لگائی اور مستحق کی گردن ٹوٹ گئی۔ ناصر نے انسپٹر کے ہولسٹر سے ریوالتھوٹ نکال کر ایک جانب پھینکا اور اس کی پشت پر آ گیا۔ اگلے ہی لمحے اس نے انسپٹر کے سر پر ریوالتھوٹ کا دستہ رسید کیا اور وہ کراہتا ہوا فرش پر گر کر بے ہوش ہوتا چلا گیا۔

جولیا نے سڑک کی طرف سے آتے سپاہیوں کو دیکھا تو
تیزی سے اپنے لباس میں چھپا ہوا ریو الورنکا لالہ اور ان پر
فائر کر دیا۔ بے آواز ریو الورنکی گولی ایک سپاہی میں گھس
گئی اور وہ چیخے بغیر تڑپتا ہوا گویا۔ اسی لمحے جیون نے
اٹھ کر جولیا پر چھلانگ لگائی اور جولیا کے ہاتھ سے ریو الورن
گم کر گیا وہ لوہے کی گھڑائی اور چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ جیون نے
دوبارہ اس پر حملہ کیا لیکن جولیا نے پھرتی سے ایک طرف
ہٹتے ہوئے اس کی کمر میں لاسٹ رید کر دی۔

جیون کراہتا ہوا زمین پر گرا ہی تھا کہ اندر سے دوسرا سپاہی
برآمد ہوا اور انہوں نے جولیا پر رائفلیں تان لیں۔ مرنے
والے سپاہی کا ساتھی بھی قریب آ گیا تھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا۔
”خبردار۔۔۔ اب کوئی حرکت مت کرنا۔۔۔ ایک

سپاہی نے جولیا کو لٹکا رہا تھا بند کر لو۔۔۔“

جولیا نے پلٹ کر ان کی طرف دیکھا اور اسی لمحے جیون سنبھل
کر کھڑا ہو گیا۔ ساہن بھی کراہتا ہوا سینے پر ہاتھ رکھے کھڑا ہو گیا۔
اس سے پہلے کہ جولیا ہاتھ بند کرتی۔ کیپٹن بابر کمرے سے نکلا
اور اس نے ریو الورن نکال کر ایک سپاہی پر فائر کر دیا۔ گولی سپاہی
کے سر میں لگی اور وہ تڑپتا ہوا گر گیا۔ دوسرے گن بردار سپاہی
نے پلٹ کر کیپٹن بابر کی طرف دیکھا اور اس نے دوبارہ فائر

کر دیا۔ وہ سپاہی سینے پر ہاتھ رکھے چیخا ہوا گرا اور تڑپنے
لگا۔ جیون اور ساتھی کیپٹن بابر کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی
لمحے جولیا نے ٹیک کر فرش سے ایک ریو الورن اٹھا لیا۔

جیون نے اپنی جیب سے ریو الورن نکالنے کی کوشش کی
لیکن جولیا نے اس پر فائر کر دیا۔ گولی جیون کے پیلو میں آ گئی
اور وہ چیخا ہوا زمین پر آ گرا۔ تیسرے سپاہی نے جھک کر
اپنے ساتھی کی گن اٹھانے کی کوشش کی اور کیپٹن بابر نے
اس پر فائر کر دیا۔ وہ چیخا تڑپتا ہوا گر پڑا۔ ساہن نے جلدی
سے جولیا کی طرف جست کی لیکن جولیا غافل نہیں تھی۔ اس
نے فائر کر دیا۔ ساہن کے حلق سے کوبناک چیخ خارج ہوئی
اور وہ منہ کے بل زمین پر آ گرا۔

اسی لمحے عمارت سے عمران برآمد ہوا۔ اس کے ہاتھ میں بھی

ریو الورن تھا۔

”گڈ۔۔۔“ وہ وہاں پر پی لاشیں دیکھ کر مسکراتا ہوا

بولا۔ ”خس کم جہاں پاک۔۔۔“

”اندہ کا کیا حال ہے۔۔۔“ کیپٹن بابر نے پوچھا۔

”وہی جو یا ہر ہے۔۔۔“ عمران بولا۔ ”سب ختم ہو گئے

ہیں۔ صرف انسپکٹر بے ہوش ہے۔۔۔“

”اسے بھی ختم کر دیجئے۔۔۔“ کیپٹن بابر نے مسکراتے

ہوئے کہا۔
 اتنے سنگدل نہ بنو پیارے۔ ایک گھر تو بلا بھی چھوڑ دیتی ہے۔
 — عمران نے احمقانہ ہجے میں کہا۔
 "تو کیا آپ اسے زندہ چھوڑ جائیں گے۔" کیپٹن
 یابر نے حیرت سے کہا۔

"نہیں۔۔۔ پہلے میں اس کی وردی اتار دوں گا۔ پھر
 اسے حتم کروں گا۔"
 "اوہ۔۔۔ وردی کو کیا کرو گے۔"؛ جولیانے
 چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اس واقعہ کو یاد نگار بنا کر سینے سے لگاؤں گا۔ تم گاڑی
 میں بیٹھو۔ میں آتا ہوں۔" عمران نے احمقانہ ہجے میں
 کہا۔
 پھر وہ پلٹ کر کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سلی کا پیر
 کی رفتار زیادہ تیز نہ تھی اور اس پر
 نصب مہر حج لائٹ کی روشنی دس بارہ
 مرتبہ گز کا رقبہ روشن کرتی آرہی تھی۔
 "یہ تو ہماری طرف ہی آرہا ہے۔"؛ دفعتاً خاور بڑبڑایا
 "آنے دو۔۔۔" صفدر نے اطمینان سے کہا۔ "ہو
 سکتا ہے اس کے مقدر میں ہمارے مانتوں تباہ ہونا لکھا ہے۔"
 "اوہ۔۔۔ تو کیا تم اسے تباہ کریں گے۔" جولیان
 نے چونک کر پوچھا۔
 "فی الحال تو نہیں۔۔۔ البتہ جب ناگزیر صورت حال

پیدا ہو گئی تو پھر کرنا ہی پڑے گا۔ اس طرف آؤ۔۔۔ صفحہ
بول۔

ان کے دائیں جانب پند قدم کے فاصلے پر باجبر سے
کی فصل اُگی ہوئی تھی۔ صفحہ رائے ساتھیوں کے ہمراہ اس
طرف بڑھا۔ پٹی کا پٹر ابھی نصف فرلانگ کے فاصلے
پر تھا۔ وہ کھیت میں گھس گئے۔ قد آدم فصل نے انہیں
چھلایا۔ صفحہ کنارے کے پودوں میں چھپا تھا تا کہ کا پٹر
پر نظر نہ کھسکے۔ پٹی کا پٹر لمحہ بہ لمحہ قریب آتا جا رہا تھا صفحہ
پاستا تو اسے وہیں سے نشانہ بنا کر تباہ کر سکتا تھا لیکن اس
طرف ان کی دہاں موجودگی ثابت ہو جاتی اور کا پٹر کا اس کے
ایڈریس سے رابطہ منقطع ہونے پر دشمن سمجھ جاتا کہ وہ حادثہ
کا شکار ہو چکا ہے۔ اس صورت میں ان کی تلاش وسیلہ
پہلے پر اور زیادہ کا پٹروں کے ذریعے شروع کر دی جاتی
دفعۃً کا پٹر اس کھیت سے پچیس تیس گز کی دوری
سے بائیں جانب مڑتا چلا گیا۔ اب اس کا رخ مغرب کی طرف
تھا۔ صفحہ نے اطمینان کا سانس لیا۔ کا پٹر کے دور نکل جانے
پر اس نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور ان کے ساتھ کھیت
سے نکل آیا۔ دور چلتے کا پٹر کو دیکھ کر اس کے ساتھیوں کی
تشویش کم ہو گئی۔

صفحہ ان کے ساتھ دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ پٹی کا پٹر
کی روشنیاں لمحہ بہ لمحہ مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ بولیا باآخر
بالکل معدوم ہو گئی۔ سب نے وہ کس طرف نکل گیا تھا۔ وہ تیزی
سے قدم اٹھاتے رہے۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد وہ ایک
بنجر اور ناہموار علاقے میں داخل ہوئے۔ وہاں خورد و مہاڑیوں
کی بہتات تھی۔ کہیں کہیں اونچے نیچے ٹپے بھی تھے۔
”ابھی اور کتنا چلتا ہے۔۔۔“ تنویر نے صفحہ سے
پوچھا۔

”تھک گئے ہو۔۔۔“ صفحہ رستے پٹے بغیر منہ کر پوچھا۔
”نہیں۔۔۔“ المیتہ چائے کی طلب پریشان کر رہی
تھی۔ تنویر بولا۔

”ابھی کافی سفر ہے۔۔۔“ صفحہ نے کہا۔ ”کسی مناسب
جگہ پہنچ کر چند منٹ آرام کریں گے۔“
”یہ۔۔۔“ اسے آرام کی نہیں چائے کی ضرورت ہے
خاور نے مسکرا کر کہا۔

”چائے تو اب مشغ سے واپسی پر مل سکے گی۔ اس وقت تک
ہمیں صبر کرنا ہو گا۔“

تنویر کچھ نہ بولا۔ تقریباً بیس منٹ بعد کافی فاصلے پر
ایک جنگل سے سو ڈیڑھ سو گز دور ہی تھے کہ اچانک صفحہ

رک گیا۔ اس کی سمت سے کسی گاڑی کی آواز ہلکاری تھی دوسرے بھی رک گئے اور انہوں نے بھی وہ آواز محسوس کر لی جو ان کے بائیں جانب سے آرہی تھی۔

انہوں نے اس طرف دیکھا بسکن وہ گاڑی نظر نہ آئی شاید وہ ٹیلوں کی آڑ میں تھی۔ گاڑی کے انجن کا شور لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ انہی کی سمت میں آرہی تھی۔ صفدر کے اندازے کے مطابق وہ کوئی فوجی گاڑی ہی ہو سکتی تھی کیونکہ یہ سرحدی علاقہ تھا اور اس علاقے میں فوجی کمیپوں کی موجودگی غارتجہ ازا مکان نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ اپنے ساتھیوں کو کے کر دوبارہ آگے بڑھنے لگا اب وہ پہلے سے زیادہ تیز چل رہے تھے تاکہ گاڑی کے قریب آنے سے پہلے ہی جنگل تک پہنچ جائیں۔ گاڑی کی آواز لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھی لیکن ابھی وہ سامنے نہیں آئی تھی۔ چند لمحوں بعد گاڑی کی آواز یکدم معدوم ہو گئی۔ یقیناً وہ کہیں رک گئی تھی اور اس کا انجن بند ہو چکا تھا۔ ان لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ وہ منزل تک پہنچے بغیر کسی سے ہلکارنا نہیں چاہتے تھے۔

لمحہ بہ لمحہ وہ جنگل کے قریب پہنچتے جا رہے تھے۔ وہ

جنگل وائیں سے بائیں پھیلا ہوا تھا اور انہیں جنگل سے گزر کر دوسری جانب پہنچنا تھا۔ ابھی وہ جنگل سے سچا پس ساتھ قدم پیچھے ہی تھے کہ اچانک ان کے بائیں جانب چھ سات گز کے فاصلے پر واقع ٹیلے سے چند مارچوں کی روشنیاں ان پر پڑنے لگیں اور وہ بوکھلا کر رک گئے۔

انہوں نے ٹیلے کی طرف دیکھا تو وہاں چھ فوجی اسٹین گنیں لئے نمودار ہو چکے تھے۔ ان میں سے تین کے پاس مارچیں تھیں جن کی روشنیاں انہیں گھیرے میں لئے ہوئے تھیں اور فوجیوں نے اسٹین گنیں ان پر تان رکھی تھیں اس سے پہلے کہ وہ کوئی حرکت کرتے ان میں سے ایک فوجی غرایا۔

”خبردار۔۔۔ تم جیسے نمٹنے میں ہو۔ ہاتھ بلند کر لو ورنہ بھون دیے جاؤ گے۔“

”تویر، صفدر، خاور اور چوہان پریشان ہو کر رہ گئے یقیناً وہ اسی گاڑی کے فوجی تھے جن کی آواز انہوں نے سنی تھی۔ شاید وہ کچھ دور گاڑی روک کر پیدل ہی اس طرف آئے تھے۔ اور انہیں دیکھ کر ٹیلے کی آڑ میں چھپ گئے تھے۔“

”سنا نہیں تم نے۔۔۔ ہاتھ بلند کر لو۔۔۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔“ وہ فوجی دھاڑا۔

اور صفدر نے طویل سانس لیتے ہوئے ہاتھ اٹھالیے
تذویر، خاور اور چوہان نے اس کی تقلید کی۔ تب حکم دینے
والا فوجی چند قدم آگے بڑھ گیا۔ اس کے کندھوں کے نیچے
اسے حوالدار نکال کر رہے تھے۔ اس کے ساتھی بھی آگے
بڑھے اور انہوں نے ان چاروں کے گرد گھیرا ڈال دیا۔
”کون ہو تم اور کہاں جا رہے ہو۔“ حوالدار نے انہیں
گھورتے ہوئے پوچھا۔

وہ چاروں خاموش رہے۔ حوالدار نے غصے لہجے میں اپنا
سوال دہرایا۔

”ہم اپنے گاؤں جا رہے ہیں۔ جنگل کی دوسری طرف ہمارا
گاؤں ہے۔“ صفدر بولا۔

”جھوٹ بکتے ہو۔ رام خور۔“ حوالدار غرایا ”ہیلی کاپٹر
والے تمہیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں اور تم ہمیں پکڑ دے
رہے ہو جبکہ جنگل کے بارہمے۔“ سے کرنا گاؤں یا بستی ہے
ہی نہیں۔“

اس کی بات پر وہ چونک پڑے۔ یقیناً کاپٹر والوں نے
فوجیوں کو ان کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا اور فوجی ان
کی تلاش میں ادھر آنکے تھے۔ پناہیہ فوجیوں کو جل دینا مشکل
تھا اور وہ بری طرح پھنس چکے تھے۔

دین
تمیزی سے دیرانی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔
ڈرائیونگ ناصر ہی کر رہا تھا اور اس کے
ساتھ عمران انسپکٹر کی وردی میں بیٹھا تھا۔ انسپکٹر کی وردی
اتارنے کے بعد عمران نے اسے ختم کر ڈالا تھا اور چیک
پوسٹ میں واقع ٹیلیفون کے کنارے کاسٹ ڈالے تھے۔ پیر
شہر میں داخل ہوئی اور چند منٹ بعد شہر کی دوسری طرف
نکل آئی۔ دس منٹ بعد عمران کی ہدایت پر ناصر نے دین
سڑک سے اتاری اور دائیں جانب واقع ایک کپڑے دھوئے
پر دوڑنے لگا۔

چند منٹ بعد ہیڈ لائٹس کی روشنی میں ایک نہر کا
اوپر اٹھ کر وہ دکھائی دینے لگا۔ نہر کے نشیب میں فوٹول
اور جھاڑیوں کی بہتات تھی۔ عمران کے اشارے پر ناصر
نے ہیڈ لائٹس سجھا دیں اور نہر کی پٹری سے پندرہ بیس
گنچھے دین روک کر انجن بند کر دیا۔ یہاں سے انہیں
پیدل سفر شروع کرنا تھا۔ وہ سب دین سے اتر آئے
ناصر اور کیپٹن بابر نے دین سے دو ابڑے بگ نکلے اور
کنڈھوں سے نکل گئے۔

عمران نے انہیں اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور
نہر کی طرف بڑھنے لگا۔ ابھی وہ نہر کی پٹری سے چند
قدم پیچھے ہی تھے کہ اچانک راستے کے دونوں طرف واقع
جھاڑیوں کی اٹھ سے چند افراد برآمد ہوئے اور انہوں نے
اپنے دیوالور عمران بولیا، ناصر اور کیپٹن بابر پر تان لئے
اس کے ساتھ ہی ان میں سے ایک نے ہاتھ میں پکڑی فلش
لائٹ مارچ روشن کی اور ان پر روشنی ڈالنے لگا۔
عمران اور اس کے ساتھی اس غیر متوقع سچو لیشن پر بوکھلا
کو رک گئے تھے۔ مسلح افراد تھوڑے چار تھے۔ یوں
معلوم ہوتا تھا جیسے وہ پہلے سے ان کے انتظار میں وہاں
پہنچے ہوئے تھے۔

”ہاتھ بند کر لو دوستو۔۔۔ کسی غلط حرکت کا نتیجہ
تمہاری موت ہوگا۔۔۔ مارچ بردار نے ہتھکڑیاں
میں کبھی۔“

عمران نے ہاتھ بند کر لئے۔ اس کے ساتھیوں نے
بھی ہاتھ اٹھا دیئے۔ وہ پریشان ہو گئے تھے۔
”تم لوگ کون ہو اور کہاں جا رہے ہو۔۔۔؟“ مارچ
بردار نے عمران سے پوچھا۔

”ہم قسمت کے ماتے لوگ ہیں بیٹا۔۔۔ عمران نے
ٹھنڈا سانس لے کر کہا۔ اگر تم ڈاکو ہو تو ہمارے پاس
سے تمہیں دعاؤں کے سوا کچھ نہ ملے گا۔“

”ادھر کہاں جا رہے ہو بڑے میاں۔۔۔؟“ مارچ بردار
کا لہجہ طنزیہ تھا۔

”جانا کہاں ہے تم اس نہر۔۔۔ مچھلیاں پکڑتے ہیں۔
عمران بولا۔“

”مچھلیاں اور اس وقت۔۔۔! وہ آدمی غصیلے لہجے
میں بولا۔ ”کیا دن میں مچھلیاں نہیں پکڑ سکتے۔۔۔“

”نہیں۔۔۔ دن کی روشنی میں مچھلیاں نہیں دیکھ کر
تھپ جاتی ہیں۔ جب کہ اس وقت بڑے مزے سے سو رہی
ہوتی ہیں اور تم انہیں آسانی سے اپنے جال میں پھانس لیتے

ہیں کیا تم پھلیاں کھاتے ہو۔۔۔؟
 "نہیں۔۔۔ ہمیں شوق نہیں ہے۔۔۔ وہ غرایا۔
 "ٹھیک ہے۔ ہم تمہیں مینڈک پکڑ کر کھلائیں گے۔
 ہمارے جال میں مینڈک بھی بہت پھنستے ہیں۔" عمران
 نے احمقانہ لہجے میں کہا۔

"بکو اس بند کمرے۔۔۔" طارق بردار جڑے بھینچتا ہوا
 بولا۔ "جال میں تو تم بھی پھنس چکے ہو۔۔۔"
 "ادہ۔۔۔ کیا تم پھلیوں کے شکاری ہو بردار۔۔۔"

عمران نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
 "نہیں۔۔۔ ہم پاکیشیائی جاسوسوں کے شکاری
 ہیں۔ اس لئے تم اب سمجھ کر نہیں جاسکتے۔" وہ غرایا۔
 اس کی بات پر عمران اور اس کی ساتھی بے اختیار
 چونک پڑے۔ یقیناً طارق بردار اور اس کے ساتھیوں کا
 راجشیا کی سیکرٹ سروس سے تعلق تھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا۔۔۔ کیا تمہیں پاکیشیا کے
 جاسوس نظر آتے ہیں۔" عمران نے مصنوعی حیرت
 سے کہا۔

"تمہارا تو متارے میک اپ کی وجہ سے پتا نہیں ہے
 البتہ یہ بڑھیا یقیناً جو لیا فٹنر واسٹ ہے۔" وہ بولا۔

"ارے نہیں بیٹا۔ یہ میری بیگم ہے۔ بیگم دھتورہ لالہ!
 عمران جلدی سے بولا۔

"بکو اس بند کمرے اور پٹری پر چلو۔ کوئی غلط حرکت کی تو
 مارے جاؤ گے۔" طارق بردار عزا کر بولا۔
 "مگر بیٹا۔ پٹری پر تو ریل گاڑیاں چلتی ہیں۔ ہم تو انسان ہیں۔
 عمران نے ناگوار لہجے میں کہا۔

"تم انسان نہیں پاکیشائی شیطان ہو علی عمران۔" دفعتاً
 پٹری کی جانب سے ایک آواز بلند ہوئی۔

عمران اور اس کے ساتھیوں نے بے اختیار اس
 جانب دیکھا۔ وہاں ایک شخص جیب میں ہاتھ ڈالے کھڑا
 تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک طارق تھی جو اس نے
 ہونٹے کے ساتھ ہی روشن کر لی تھی۔ یقیناً وہ ان لوگوں کا ایفٹر
 تھا۔

"بھائی جان۔۔۔ تم کہاں سے آپکے ہو۔" عمران
 نے اسے مخاطب کیا۔

"بکومت۔۔۔" وہ آدمی غرایا۔ "مہندر۔۔۔ انہیں
 ہاں لے آؤ۔"

شاید طارق بردار کا نام مہندر تھا اس لئے اپنے ساتھیوں
 کو اشارہ کیا اور اپنا ریوالت عمران کی پشت سے لگا دیا۔

دوسروں نے بھی بولیا، ناصر اور کیپٹن بابر کی پشت سے لالہ اور
دگائے اور انہیں پیٹری کی طرف دسکیلا۔ وہ ان کے سرے
میں پیٹری پر پہنچے یہاں پانچواں آدمی کھڑا تھا۔
”مہندر۔۔۔ ان کی تلاشی لیے۔“ اس نے

پوچھا۔
”نہیں پاس۔“ مہندر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔
عمران مائل کا یارزہ نے رہا تھا۔ پیٹری پر پندرہ سولہ
گز کے فاصلے پر ایک جیب کھڑی تھی۔ جیب کے پاس بھی
ایک آدمی موجود تھا۔ جبکہ جیب سے چند قدم آگے ایک
کار نظر آرہی تھی۔
”بڈیا۔۔۔ یہ سب کیلئے۔ تم لوگ کون ہو۔“ عمران
نے پاس نامی آدمی سے پوچھا۔

”بکواس بند کرو عمران۔“ وہ غرایا، میرا نام سنکر ہے
اور میں بیکرٹ سروس کا سیکنڈ چیف ہوں۔ ہمیں آج دوپہر
اطلاع ملی گئی تھی کہ تم لوگ یہاں آنے والے ہو۔ چنانچہ
ہم نے بلیک پراجیکٹ کو جانے والے تمام راستوں کی ناکہ
بندی کر رکھی تھیں۔ اور ہمیں تم لوگوں کا انتظار تھا۔ اب تک
تمہارے بقیہ چار ساتھی بھی پکڑے گئے ہوں گے جو جنگل
کی طرف سے پراجیکٹ کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔“

”ادہ۔۔۔“ عمران چونکا۔ ”یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو سنکر۔“
”چند منٹ پہلے میرے ماسک سے راجن نے اطلاع دی تھی
کہ چار افراد سکھوں کے نیٹ میں حملے سے ایک آدمی کو ہلاک
کر کے فرار ہو گئے ہیں اور ان کی گرفتاری کے لئے وہ
فورس لے کر ان کے تعاقب میں جا رہا ہے۔ یہی کاچڑ کے
ذریعے انہیں اب تک گرفتار کر لیا گیا ہوگا۔“ سنکر
نے بتایا۔

اس کی بات سن کر عمران اور اس کے ساتھی پریشان ہو گئے
بلیک پراجیکٹ تک۔ دو راستوں سے پہنچنے کی عمران کی اسکیم
ناکام ہو گئی تھی اور وہ لوگ پراجیکٹ تک پہنچنے سے پہلے
ہی گرفتار کر لیے گئے تھے۔
”ان کی تلاشی لو۔“ سنکر نے اپنے ماتحتوں سے
کہا۔

”اے کے کے۔“ دو افراد نے ریلواری جیلوں میں ڈالے اور
”اے کے کے۔“ ان کے ساتھ سے ریلواری جیلوں کے
”اے کے کے۔“ ناصر کے ساتھ سے ریلواری جیلوں کے

”ایس کے کے۔“ مہندر نے مہندر سے کہا۔
مہندر نے بلیک کھوئے، بیگوں میں بسکٹ کے ڈبے،

میک اپ کا سامان اور ریو الوردوں کی گواہیاں تھیں۔
 مزی لاؤ اور ان کے ہاتھ باندھو۔۔۔ شکر نے ایک
 آدمی کو حکم دیا۔

اور وہ آدمی جیب کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ شکر اور اس
 کے آدمیوں کی نگاہیں عمران اور اس کے ساتھیوں پر مرکوز
 تھیں۔ ریو الورد کی زوہیں وہ بے بس کھڑے تھے۔ عمران
 کی ریڈی میڈ کھوپڑی تیزی سے اس صورت حال کا حل
 سوچ رہی تھی۔ جیب کی طرف جانے والا آدمی جلد ہی واپس
 آگیا۔ اس کے ہاتھ میں رسی کا گچھا تھا۔ قریب آکر وہ ناصر
 کے ہاتھ باندھنے لگا۔ اسی لمحے جیب کے پاس کھڑا آدمی
 تیزی سے ان کی طرف آیا۔

”باس۔۔۔ ٹرانسمیٹر پر کال آئی ہے۔“ اس نے
 قریب آکر شکر سے کہا۔

اور شکر تیزی سے پلٹ کر اس کے ساتھ جیب کی طرف
 بڑھ گیا۔ قریب پہنچ کر وہ جیب میں سوار ہوتا دکھائی دیا۔
 ناصر کے ہاتھ باندھ کر وہ آدمی عمران کے قریب آیا۔ جو ابھی
 اس نے عمران کے ہاتھ پشت کی بابت کے عمران یکدم اس
 کی طرف گھومتا چلا گیا۔

نے اپنے ہاتھوں کو ان کی تلاش لینے
 کا حکم دیا۔ دوقریٰ اپنی اسٹین گنیں کندھوں
 سے لٹکا کر ان کی طرف بڑھے اور ان کی تلاش لینے لگے تو پورا
 صفدر، خاور اور چوہان نے اپنے اپنے ہتھیار پینڈلیوں کے
 ساتھ رکھے تھے اس لیے تلاش میں فوجیوں کو کوئی اسلحہ نہ ملا
 تلاش کے کر وہ پیچھے ہٹے اور انہوں نے دوبارہ ان پر
 اسٹین گنیں تان لیں۔

”اے آؤ انہیں۔۔۔ کوئی بھاگنے کی کوشش کرے
 تو شوٹ کر دینا۔“ حوالدار نے فوجیوں سے کہا۔

اور پٹ کر سیدے کی طرف بڑھ گیا۔ فوجیوں نے انہیں آگے بڑھنے کا حکم دیا اور وہ چاروں پانچ اسٹین گنوں کی زد میں حوالدار کے پیچھے چلنے لگے۔ صفدر تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فوجیوں سے کیسے جان بچھڑائی جائے وہ اسلحہ کا استعمال نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اس طرح فائرنگ کی آواز سن کر اس علاقے میں موجود دوسرے فوجی ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور انہیں دوبارہ گھیر لیا جاتا چونکہ عمران نے صفدر کو خاور، چوہان اور تنویر کا لیڈر مقرر کیا تھا اسی لیے اپنے ساتھیوں کو بچانا صفدر کی ہی ذمہ داری تھی۔

حوالدار ان سے چھ سات قدم آگے تھے۔ وہ لوگ خاموشی سے اس کے پیچھے قدم اٹھا رہے تھے۔ ایک فوجی ان کے دائیں اور دوسرا بائیں جانب تھا جبکہ تین ان کی عقب میں چلے آ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد انہیں کچھ فاصلے پر ایک فوجی جیب کا ہیڈ لائٹ نظر آنے لگا۔

حوالدار کے جیب کی طرف ہی تھا۔ بند ہی وہ جیب نہ تھی۔ حوالدار نے جیب میں نصب ٹرانسمیٹر آن کیا اور بلند آواز سے بولنے لگا۔ وہ لوگ جیب کے قریب دم گئے تھے۔

”ہیلو کیپٹن صاحب۔۔۔۔۔ حوالدار لال چند کانگ۔ اور۔۔۔“

”ہی حوالدار۔۔۔۔۔ کیپٹن شیا م ریسونگ۔ اور۔۔۔“ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے آواز غارت ہوئی۔

”جناب۔۔۔۔۔ ہم نے ان چاروں کو پکڑ لیا ہے بن کی تلاش کا آپ نے حکم دیا تھا۔۔۔۔۔ حوالدار نے موبانہ لہجے میں کہا۔

”وہی گڈ حوالدار۔۔۔۔۔ کیپٹن شیا م نے تعریفی لہجے میں کہا۔ کیا وہ سکھ ہیں۔۔۔۔۔“

”جی ہاں۔۔۔۔۔ لیکن ان سے کوئی اسلحہ برآمد نہیں ہوا۔ وہ جنگل کی دوسری جانب پہنچنے کا ارادہ رکھتے تھے۔“

”یقیناً وہ وہی ہیں۔ تم انہیں یہاں سے آؤ۔ میں کا پٹر والوں کو خوشخبری سناتا ہوں۔“ کیپٹن شیا م کی آواز آئی۔

”رائٹ سر۔۔۔۔۔ ہم انہیں لارہے ہیں۔“ حوالدار بولا۔

”انہیں فرار ہونے کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔ کوئی بھگنے کی کوشش کرے تو ہلاک کر ڈالنا۔ اور اینڈال۔“

ٹرانسمیٹر سے کیپٹن شیا م کی آواز غارت ہوئی۔

اٹھا کر اس پر تان لیا۔ زمین پر گری ہوئی ایک ٹارچ ابھی
مک روشن تھی جبکہ وہ بجھ گئی تھیں۔

”نبردوار۔۔۔ کوئی حرکت نہ کرے۔۔۔“ صفدر
نے عزا کر کہا۔

”تم لوگ بچ کر نہیں جاسکتے۔۔۔“ حوالدار غیبیہ
لمبے میں بولا۔ ”اس علاقے میں پورا ایک بریگیڈ موجود ہے۔“
”بکومت۔۔۔“ صفدر نے اسے ڈانٹا۔ ”ہاتھ
بند کر لو۔۔۔“

حوالدار نے اسے گھورتے ہوئے ہاتھ بند کر لئے۔
بقیہ چار فوجیوں نے اس کی تقلید کی جبکہ ایک سریکا تھا۔
”ہیلی کاپٹر کہاں ہے۔۔۔“ صفدر نے حوالدار
سے پوچھا۔

”معلوم نہیں۔۔۔“ وہ غصے سے بولا۔

”بھوٹ بکتے ہو۔۔۔“ تنویر غرایا۔

”کیپٹن شیاام کو معلوم ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ کیمپ میں
اترا ہو۔“ حوالدار نے کہا۔ ”تمہاری بہتری اسی
میں ہے کہ ہتھیار پھینک کر خود کو ہمارے حوالے کر دو۔“
صفدر آگے بڑھا اور اس نے حوالدار کے سر پر
ہیو الور کا دستہ رسید کر دیا۔ حوالدار کو اس کا گناہ اور بیہوش

ہو گیا۔ ٹھیک اسی لمحے ایک فوجی نے تنویر پر حملہ کر دیا۔ تنویر
سے ہاتھ سے گن پھوٹ گئی اور وہ لڑکھڑا گیا۔ فوجی نے
جھک کر گن اٹھانے کی کوشش کی مگر تنویر نے فوراً سنبھل
کر اس پر جھبٹ کی اور فوجی منہ کے بل زمین پر آ رہا۔ اس نے
پڑنے سے کر دٹ لی۔ اور تنویر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ اس
نے فوجی کے چہرے کے بعد دیگرے دو تین گھونسے رہند
رہ رہے اور فوجی کی کراہیں خارج ہونے لگیں۔ بقیہ فوجیوں
کو صفدر، چوہان اور خادرنے کور کر رکھا تھا۔

دفعۃً فوجی نے یکدم کر دٹ لی اور تنویر دائیں جانب
ڈھک گیا۔ مگر وہ تیزی سے سنبھل گیا۔ فوجی نے اٹھنے کی
کوشش کی لیکن تنویر نے وحشیانہ انداز میں اس کے پہلو
پر گھونسا رہند کر دیا۔ فوجی چیختا ہوا دوبارہ گر گیا۔

”ختم کر دو تنویر۔۔۔ وقت کم ہے۔۔۔“ صفدر غرایا۔
اور تنویر نے دوبارہ اٹھتے ہوئے فوجی کی گردن پر
لاٹے کا وار کر دیا فوجی کی گردن ٹوٹ گئی اور وہ بے
جان ہو کر زمین پر گر ڈھک گیا۔ تنویر اٹھا اور اس نے
زمین سے گن اٹھائی۔ صفدر نے اپنی پنڈلی کے ساتھ
مذہا سا بیلنسنگ گار بولور نکالا اور ایک فوجی کی پیشانی
پر نشانہ سے کر ڈال کر دیا۔ بے آوازہ دیواروں کی گول

نے فوجی کو پہنچنے کی بھی مہلت نہ دی اور وہ زمین پر آ رہا۔ صفدر نے بقیہ فوجیوں کو بھی گولیوں سے ٹھنڈا کیا۔ پھر ایک گولی حوالدار کے سر پر سر تھام کی۔

”آؤ۔۔۔ ہمیں جلد از جلد جنگل میں داخل ہو جانا چاہیے۔ صفدر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

اور وہ جنگل کی طرف بڑھنے لگے۔ لیکن وہ اب کافی محتاط تھے۔ کہیں بھی فوجیوں سے ٹک بھیسٹ ہو سکتی تھی۔ صفدر کے انداز سے کے مطابق فوجی کیمپ اور کیپٹن شیاں اسی جانب ہو سکتے تھے جس طرف سے حوالدار کی جیب آئی تھی کیپٹن شیاں نے حوالدار سے کہا تھا کہ وہ کا پٹر والوں کو ان کی گرفتاری کی اطلاع دے رہا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ کا پٹر کسی دوسری جگہ اتر ا تھا۔

”کیا عمران کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں دے گئے۔“ دقتاً تنویر نے اس سے پوچھا۔

”پہلے خطرے سے تو نکل جائیں۔“ صفدر بولا۔ موقوف ملا تو جنگل میں پہنچ کر اسے کال کروں گا۔“

تنویر دوبارہ پچھڑا بولا۔ جنگل کی سمت میں کئی چھوٹے بڑے ٹیلے راہ میں حائل تھے۔ اور وہ بڑے محتاط انداز میں آگے

بڑھ رہے تھے۔ وہ جنگل کے قریب پہنچتے جا رہے تھے۔ پھر جو نہی وہ آنسو کی ٹیلے کی دوسری طرف پہنچے انہیں ایک جھٹکا سا لگا اور وہ بے اختیار رکتے چلے گئے۔ ٹیلے کے دوسری جانب ہیلی کا پٹر کھڑا نظر آ رہا تھا۔

جاگرا۔

جولیلے نے چوتھے آدمی کو عمران کی طرف متوجہ دیکھ کر اس کے ریوالبور پر ایک ہاتھ مارا اور دوسرے ہاتھ کا مکا اس کی ناک پر رسید کر دیا۔ اس آدمی کے ہاتھ سے ریوالبور گر گیا اور وہ کراہتا ہوا پیچھے ہٹ کر اپنی ناک ٹوٹنے لگا۔ جولیلے نے پھرتی سے جھک کر اس کا ریوالبور اٹھایا اور اس پر فائر جھونک دیا۔ بے آوازہ ریوالبور کی گولی اس آدمی کے سینے میں اتر گئی اور وہ ایک کرب ناک چیخ کے ساتھ زمین پر گر کر ترپٹنے لگا۔

مہندر کے ہاتھ سے طارح اور ریوالبور گر گئے تھے۔ مگر طارح سمجھنے نہ پائی تھی اور اس کی روشنی پٹری سے نیچے ایک درخت کے تنے سے ٹکرا کر منکس ہونے لگی تھی۔ مہندر تیزی سے اٹھا ہی تھا کہ عمران کی کھڑک اس کے سینے میں پڑی اور وہ کراہتا ہوا دوبارہ گر گیا۔ عمران نے دوسرے آدمی کے ہیلز میں ٹھوکر رسید کی اور وہ درد کی شدت سے جھٹکا۔

جولیلے نے بائیں ہاتھ سے زمین پر ایک ریوالبور اٹھایا۔ اسی لمحے جیب کے پاس کھڑے شخص نے اپنی جیب سے ریوالبور نکالا اور ان کی طرف جھپٹا ہوا غریبا۔

گھومتے ہوئے اس نے عقب میں کھڑے شخص کو کمر سے جھڑک کر ہاتھوں پر بلند کیا اور مہندر پر اچھال دیا۔ وہ آدمی مہندر پر گرا اور دونوں پٹری پر ڈھیر ہو گئے۔ عمران کے حرکت میں آتے ہی جولیلے اور کیپٹن بائبر بھی متحرک ہو گئے۔ کیپٹن بائبر نے مہندر کے ایک ساتھی کو گھونسار رسید کیا اور وہ بڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہاتھ سے ریوالبور گر گیا تھا۔ اس کے تسخیر سے پہلے ہی کیپٹن بائبر نے آگے بڑھ کر اس کے سینے میں فلائنگ گولٹ رسید کی اور وہ آدمی چیخا ہوا عقب میں واقع نہریں

جیب کی طرف بڑھا۔ اسی لمحے جیب کی عقب سے ایک فائر ہوا اور عمران بے اختیار جھک گیا۔ گولی اس کے سر پر سے گزر گئی۔ یقیناً شکر جیب کی آڑ میں تھا۔ عمران زمین پر گرا اور اس نے اپنے ساتھیوں کو بھی لیٹ جانے کی ہدایت کرتے ہوئے جیب کی طرف فائر کر دیا۔ گولی جیب کے دائیں ٹائمر سے ٹکرائی اور ٹائمر ایک دھماکے سے برسٹ ہو گیا۔

اسی لمحے جیب کے عقب سے مسلسل دو فائر ہوئے اور دونوں گولیاں عمران کے سر سے تین چار انچ اوپر سے گزر گئیں۔

جیب کی طرف اندھیرا تھا۔ اس لیے عمران کو شکر نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ ایک لمحہ تیزی سے جیب کی طرف بھاگنے لگا۔ اس نے شکر کو زندہ پکڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ اس سے اس کے دوسرے اقدامات کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکیں جو اس نے پراجیکٹ کی طرف لے کر پیش قدمی روکنے کے لیے کئے تھے۔ اس کے ماتھے پر دھچھے ہی نہ مین پر لیٹے ہوئے اس طرف دیکھ رہے تھے۔ اندھیرے میں انہیں عمران کا محض پہولا ہی جیب کی اہٹ حرکت کرتا دکھائی دے رہا تھا۔

”خبردار — خبردار —“
کیپٹن بابر نے پیٹ کر اس کی طرف دیکھا اور اس پر فائر کر ڈالا۔ گولی اس آدمی کے پیٹ میں لگی اور وہ چیختا ہوا زمین پر آ رہا۔ نہر میں گرنے والے کو پانی کا تیز بہاؤ ساتھ لے گیا تھا اور وہ دوبارہ نہ ابھر سکا تھا۔ عمران نے مہندر کا ریوالتھایا ہی تھا کہ مہندر نے سنبھل کر اس پر چھلانگ لگا دی۔ عمران غافل نہیں تھا۔ وہ بھرتی سے ایک طرف ہٹا اور مہندر اپنے زور میں نہر کے کنارے جاگرا۔ عمران نے جلدی سے اس پر فائر کیا۔ مہندر کے سر میں سوراخ ہو گیا اور وہ لڑختا ہوا نہر میں جاگرا۔

اسی لمحے مہندر کے ساتھی نے جو یا کو عمران کی طرف متوجہ کیا کہ اس پر چھلانگ لگا دی۔ جو یا کے ماتھے سے ریوالتھایا گئی۔ اور وہ بڑھڑاتی ہوئی زمین پر آ رہی۔ ٹھیک اسی لمحے ناصر نے اچھل کر جو یا پر حملہ کرنے والے کے پہلو میں لات رسید کی اور وہ کراہتا ہوا زمین پر آ رہا۔ ناصر کے ماتھے بندھے ہوئے تھے مگر پاؤں آزاد تھے۔ اس نے پک کر اس آدمی کی پسلیوں میں ٹھوکر رسید کی اور وہ چیخ پرٹا۔

اسی لمحے عمران پلٹا اور اس نے چیخنے والے پر فائر کر دیا۔ گولی اس آدمی کے پہلو میں لگی اور وہ تڑپنے لگا۔ عمران

جونہی عمران حبیب کے قریب پہنچا، کچھ ناصیے پر کھڑا
سارے اسٹین اشارٹ ہوا اور کاران کی مخالف سمت میں
پٹریں پر دوڑتی چلی گئی۔ عمران ٹھٹھک کر رہ گیا۔ یقیناً کار
میں شکر فرار ہو رہا تھا۔ اس نے پھرتی سے اٹھ کر کار
جانب نما کر کیا۔ لیکن گولی ضائع گئی، کار گولی کی بریخ
دور جا چکی تھی۔ عمران جھڑے بھینچ کر رہ گیا۔ چند لمحوں
ہی کار کی عقبی سرخ بتیاں لگا ہوں سے اوجھل ہوتی
گئیں۔

عمران نے طویل سانس لیا اور واپس چل دیا۔ اس
کے ساتھی کھڑے ہو گئے تھے۔ اور کیپٹن بابہ ناصر
ہاتھ کھول رہا تھا۔

”کیا وہ نکل گیا؟“ قریب پہنچنے پر جولیان
پوچھا۔

”ہاں۔۔۔ وہ تو نکل گیا مگر میں موجود ہوں۔ حکم
عمران نے اطمینان سے کہا۔

”ہو مست۔۔۔“ جولیان نے اسے ڈانٹا۔ اس
وہ ہمارے لیے مزید دشواریاں پیدا کر دے گا۔“
”نہیں۔۔۔ وہ نامرد ہے اور کچھ پیدا کرتے
قابل نہیں ہے۔“ عمران بولا۔ ”میرا مطلب یہ ہے“

نامرد ہی میدان چھوڑ کر بھاگتے ہیں۔ بہر حال تم نکرمت کو رو۔
آؤ۔۔۔“

اس کی بات پر ناصر اور کیپٹن بابہ مسکرائے بغیر نہ رہ سکے
انہوں نے اپنے بگ اٹھائے اور ریو اور جیبوں میں
ڈال لیے۔ شکر کے تمام ساتھی لاشوں میں تبدیل ہو گئے
تھے۔ لیکن عمران کو اس آدمی کی نکرمتی جسے کیپٹن بابہ نے
بیر میں پھینکا تھا۔ اگر وہ زندہ رہ گیا تو اس کی طرف سے حملے
کا امکان تھا۔ بہر حال انہوں نے کچھ ناصیے پر واقع کھڑکی کا
”نٹ چوڑا“ عبور کیا اور دوسری پٹری سے نشیب میں اتر گئے
اس طرف کھیتوں کے سلسلے تھے۔ اس جانب کاٹھ ناصیے پر
کسی بستی کے چراغ ٹٹھا ہے تھے۔

عمران اور اس کے ساتھی بستی کی طرف بڑھتے گئے کھیتوں
کی درمیانی پگڈنڈیوں پر چلتے ہوئے وہ بستی کی طرف خاموشی
سے ناصیے کو رہے تھے۔ پھر بستی سے سچاس سچا اٹھ کر
پچھے ہی عمران نے اپنی سمت تبدیل کر لی۔ اس کے ساتھی اس
کی تقلید کر رہے تھے لیکن سب کے ذہن اس سوال میں
الجھے ہوئے تھے کہ کیا واقعی صفدر، تنویر، خادر اور چوہان
گرفتار ہو چکے ہوں گے۔

”عمران۔۔۔“ دفعتاً جولیان نے چلتے چلتے عمران کو

مناط بکیا۔ ”صفدر وغیرہ کو کال کرے ان کی خیریت معلوم کر لو۔“

”نہیں۔“ عمران سخت الجھے میں بولا۔ ”اگر وہ گرفتار ہو چکے ہیں تو انہیں کال کرنا ان کے لیے نقصان دہ ثابت ہو گا۔ ہو سکتا ہے وہ کال وصول کرنے کی پوزیشن میں ہی نہ ہوں۔“

”تو کیا تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو گے۔“ جولیا نے ناگواری سے کہا۔

”یہ بات نہیں جولی۔“ عمران کے بغیر بولا۔ ”متم خود سوچو ہم یہاں سے ان کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہو سکتا ہے شکر کے آدمی انہیں تلاش نہ کر پائے ہوں یا شکر نے جھوٹ بولا ہو۔ صفدر تنویر خادر اور جوان اتنے ترنوالے نہیں ہیں کہ آسانی سے دشمن کی گرفت میں آجائیں اگر کوئی ایسی دلیس بات ہوتی تو وہ مجھے خود ہی کال کر کے مطلع کر دیتے۔ چنانچہ اس بات کا کچھ تر فیصد امکان ہے کہ وہ فی الحال خیریت میں۔“

عمران کے جواب پر جولیا تو مطمئن ہو گئی لیکن کیپٹن بابر کی تشویش کم نہ ہوئی۔

”یہ بھی تو ممکن ہے کہ گرفتاری سے پہلے انہیں کال

کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔“ اس نے عمران سے کہا۔ ”پھر۔۔۔ بولو میں ان کے لیے دعائے مغفرت کے سوا اور کیا کر سکتا ہوں۔“ عمران نے متہ بناتے ہوئے کہا۔ ”میرے پاس اللہ دین کی طارق تو ہے نہیں ہے کہ جلا کر بن کو طلب کر دوں اور اسے حکم دوں کہ وہ جاکر ان کی خیریت معلوم کر آئے۔“

”اللہ دین کی طارق نہیں چراغ۔“ ناصر نے سنیں کہ کیا کیپٹن بابر بھی سننے لگا تھا۔

”یار۔۔۔ تم ناصر ہو یا طارق جلمے سے قاصر ہو۔“ عمران نے احمقانہ الجھے میں کہا۔ ”آج کل چراغ کا زمانہ نہیں رہا۔ تیل کی قیمتیں بہت بڑھ گئی ہیں چنانچہ اللہ دین بیچارہ طارق استعمال کرنے پر مجبور ہے۔“

وہ تینوں سکراتے ہوئے قدم اٹھاتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد کھیتوں کے سلسلے ختم ہو گئے اور زمین ریتلی ہونے لگی۔ عمران کے پاس موجود نشے کے مطابق آگے ایک چھوٹا سا صحرا تھا اور صحرا کے بعد دوبارہ میدانی علاقہ شروع ہوتا تھا۔ آہستہ آہستہ زمین صحرا میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ چند منٹ بعد وہ ریتلے علاقے میں سہتر کر رہے تھے جس میں ریت کے بڑے بڑے تودے اور ادبچے نیچے پٹلے بکثرت تھے۔

صحرا میں چلنا آسان نہ تھا۔ وہ قدم کہیں رکھنے نہ تھے اور
 پڑتا کہیں تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے کے سفر کے بعد بیتلا علاقہ
 بتدریج ختم ہوتے لگا اور میدانی علاقے کے درخت اور
 جھاڑیاں نظر آئے لگیں۔ وہ غیر آباد علاقہ تھا۔ جگہ جگہ
 درختوں کے بھنڈرات کی سیاہی میں بھیا نک شکلوں کی
 مانند نظر آ رہے تھے۔ سرحدی علاقہ تھا اس لئے عمران نے
 اپنے ساتھیوں کو ہوشیار رہنے کی ہدایات کر دی تھی۔ چند
 منٹ بعد وہ درختوں کے ایک بھنڈے کے پاس پہنچے ہی تھے۔
 عقب سے پہلی کا پڑوں کا شور سنائی دینے لگا۔ عمران اور
 اس کے ساتھیوں نے پیٹ کر دیکھا تو فضا میں چار پہلی کا پڑ
 اڑے پہلے آ رہے تھے۔

ٹیلے کی دوسری جانب کھڑے پہلی کا پڑ کو دیکھ کر
 صفدر تنویر، خاور اور چوہان ایک لمحہ کے
 لیے سٹپا گئے۔ پہلی کا پڑ کے پاس تقریباً ایک درجن
 فوجی ٹہل رہے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں تھیں۔
 ان میں سے دو افراد سادہ لباس میں تھے۔ یقیناً وہ بکریٹ
 سردس کے ارکان تھے اس سے پہلے کہ ان میں سے کوئی ان کی
 طرف متوجہ ہوتا، صفدر اور اس کے ساتھی تیزی سے پیچھے
 ہٹے اور ٹیلے کی اڑ میں پہنچ گئے۔ پہلی کا پڑ کی بیرونی روٹیاں
 انہیں ہولی تھیں اور صرف اندر روشنی ہو رہی تھی اس لئے

وہاں موجود فوجیوں کو وہ دکھائی نہ دے سکے لیکن ان کے تیزی سے پیچھے ہٹنے پر ان کے قدموں کی آہٹیں پیدا ہوئی تھیں جنہیں محسوس کر لیا گیا تھا، پناہ لینے فوراً ہی انہیں ایک ٹھکانہ آواز سنائی دی تھی۔

”اوصرفیہ کی طرف دیکھو۔ کوئی اس طرف موجود ہے۔“ صفدر کے آڑ سے اس جانب بھانکا۔ تین فوجی ٹیلے کی طرف آ رہے تھے، البقیہ بھی اسی طرف دیکھ رہے تھے، صفدر کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ فوجیوں سے ٹکرا جاتے مگر پھر اچانک ہی اس کے ذہن میں ایک ترکیب نے جنم لیا اور اس نے فوری طور پر اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو سرگوشیاں انداز میں اپنے پلان سے آگاہ کر دیا۔ وہ چاروں ٹیلے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے، اور فوجیوں کا انتظار کرنے لگا جن میں سے ایک کے پاس ٹارچ تھی۔

فوجیوں کے بھاری قدموں کی آہٹ قریب آتی جا رہی تھیں۔ پھر جونہی وہ تینوں فوجی ٹیلے کی دوسری جانب سے ان کی گردن کے گرد بازو کی گرفت قائم کرتے ہوئے ایک ہاتھ ان کے منہ پر رکھ لیا۔ چوہان نے فوراً لیو الور کے دستے سے ان فوجیوں کے سروں پر ضربیں لگائیں اور وہ کوئی آواز

خارج کئے بغیر بے ہوش ہو تے چلے گئے۔ صفدر نے زمین پر گر لی ہوئی ٹارچ اٹھا کر دوبارہ روشن کر لی اور مخالف سمت میں روشنی ڈالنے لگا۔

اس کے پلان کے مطابق تنویر، خاور اور چوہان نے جلدی سے اپنی مصنوعی دائرہ موٹھیں اور گپڑیاں اتاریں اور فوجیوں کی وردیاں اتار کر پہننے لگے۔ اس عمل میں بمشکل دو منٹ صرف ہوئے انہوں نے فوجیوں کی اسٹین گنز اٹھالیں پھر صفدر نے ٹارچ بجھا دی اور وہ تینوں ٹیلے کی آڑ سے نکل کر دائیں جانب بڑھنے لگے۔ ٹارچ اب تنویر کے ہاتھ میں تھی جس کی روشنی وہ بیس تھیں قدم اور دوسرے ٹیلے کی طرف پھیلتا ہوا چل رہا تھا۔ صفدر اپنی جگہ کھڑا رہا۔

دوسرے ٹیلے کے قریب پہنچ کر یکدم چوہان نے ٹیلے کی جانب گن کارخ کر کے فائر کر دیا۔ ساتھ ہی وہ تینوں ٹیلے کی طرف دوڑ پڑے۔ نتیجہ توقع کے مطابق نکلا۔ پہلی گپڑی کے قریب کھڑے تمام فوجی اور سادہ لباس والے اسی سمت میں دوڑ پڑے تنویر، خاور اور چوہان دوسرے ٹیلے کی آڑ میں جا پہنچے۔ جونہی دوڑتے ہوئے اس ٹیلے کے قریب پہنچے، صفدر پہلے ٹیلے کی آڑ سے نکلا اور بڑی تیزی سے گپڑی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کاپڑ کی دوسری طرف پہنچ کر اس نے پٹلی کے ساتھ بندھی ٹیبل سے ایک ٹائم بم برآمد کیا اور اس پر پندرہ منٹ کا وقت لگا کر کاپڑ کی کھڑکی سے اندر ڈال دیا۔ پھر وہ جنگل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ایک منٹ بعد وہ جنگل میں داخل ہو چکا تھا۔

سادہ لباس والے فوجیوں کے ساتھ ٹیلے کی دوسری طرف پہنچے تو تنویر، خاور اور چوہان رکے ہوئے ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ تنویر نے مارچ سمجھا دی تھی۔ ان کے منہ دوسری طرف تھے اور آئے داسے فوجیوں کی مارچوں کی روشنی ان کی پشت پر پڑی تھی۔

”کیا ہوا؟ کون تھا؟“ ایک فوجی کیپٹن نے ہانپتے ہوئے ان سے پوچھا۔

”تین آدمی تھے۔ وہ اس طرف بھاگے تھے۔“ تنویر نے سامنے کی جانب واقع ایک اور ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔
”اوہ۔۔۔۔۔ ہمیں وہی نہ ہوں۔“ کیپٹن نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔۔۔۔۔ وہ تو گرفتار کر لئے گئے ہیں۔“
ایک سادہ لباس والا بولا۔ ”یہ ان کے ساتھی ہو سکتے ہیں۔ انہیں متلاش کرو۔“

”پھیل کر آگے بڑھو۔ انہیں پہنچ کر نہیں جانا چاہیے۔“
کیپٹن نے فوجیوں کو حکم دیا۔

اور خود بھی سادہ لباس والے کے ساتھ پچیس تیس گز کے فاصلے پر واقع ٹیلے کی طرف بڑھنے لگا۔ تنویر، خاور اور چوہان نے بھی پیش قدمی کی لیکن انہوں نے اپنی رفتار سست رکھی۔ نتیجے میں دوسرے فوجی ان سے آگے نکل گئے۔ تب وہ تینوں واپس پلٹے اور تیزی سے اس طرف بڑھنے لگے جدھر پہلی کاپڑ کھڑا تھا۔

تین منٹ بعد وہ پہلی کاپڑ کے قریب سے گزرتے ہوئے جنگل کی طرف بڑھے تو ابتدائی درختوں میں چھپے ہوئے صفد نے پینل مارچ جلا کر انہیں اپنی سمت کی نشاندہی کی اور وہ ایک منٹ بعد اس کے قریب پہنچ گئے۔

”کیا رہا؟“ صفد نے ان سے پوچھا۔
”وہ آگے جا رہے ہیں۔ ہم نے انہیں غلط راہ پر ڈال دیا ہے۔“ تنویر بولا۔

”اور صفد اپنی سکیم کی کامیابی پر مسکرا دیا۔ پھر اس نے پینل مارچ جلائی اور اس کی محدود روشنی میں آگے بڑھنے لگا۔ تنویر، خاور اور چوہان اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگے۔ جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا۔ وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہے

تھکتے، تقریباً دس منٹ بعد پہلی کاپیٹر کا شور بلند ہونے لگا۔
 ”اوہ — وہ کاپیٹر میں یہیں تلاش کرنے کی کوشش
 کریں گے —“ خاور تے چونکتے ہوئے کہا۔

”فکر مت کرو۔ میں نے ان کا بندوبست کر دیا ہے۔ تم
 تیزی سے قدم اٹھاؤ —“ صفدر نے مسکرا کر کہا۔
 تقریباً دو منٹ بعد کاپیٹر جنگل کے اوپر پرواز کرتا دکھائی
 دیا۔ وہ ان کے دائیں جانب سے جنگل کی دوسری طرف جا رہا
 تھا مگر پھر ایک ایک زوردار دھماکا ہوا اور فضا میں کاپیٹر
 کے پر پھٹے اڑ گئے۔ صفدر نے اطمینان کا سانس لیا۔
 ”اوہ — کیا تم نے اس میں بڑھیم ڈال دیا تھا —؟“
 تنویر نے صفدر سے پوچھا۔

”ہاں — ان سے چھٹکارا پانے کا مستقل حل مل گیا۔
 تھا —“ صفدر نے ہنس کر کہا۔ ”ورنہ وہ جنگل کی
 دوسری طرف اتر کر ہمارا استقبال کرتے —“

وہ تینوں کی صفدر کی ذہانت کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے
 پتہ نہ منٹ بعد جنگل ختم ہو گیا۔ آگے ناہموار میدانی علاقہ
 تھا۔ اور کافی فاصلے پر چند روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں
 صفدر کے انداز سے کے مطابق وہ روشنیاں بلیک پراجیکٹ

کی نہیں ہو سکتی تھیں۔ بہر حال ان کی منزل بھی اسی
 سمت میں تھی۔ اس لیے وہ چساروں ان روشنیوں
 کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

اس کا رخ درختوں کے جھنڈ کی طرف تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کا پٹرول سے بھینکی جانے والی سرج لائٹس کی روشنی میں آتے۔ وہ درختوں کی آڑ میں پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر وہ کا پٹرول کی طرف دیکھنے لگے۔ سرج لائٹوں سے ارد گرد کا علاقہ روشن ہو رہا تھا۔ ان درختوں کی شاخیں آپس میں مل رہی تھیں اس لئے اوپر سے ان کا دیکھ لیا جانا ممکن نہ تھا۔ ایک سیلی کا پٹرول ان کے اوپر سے گزر گیا۔ دوسرے داہیں بائیں سے گزر گئے تھے۔

چند لمحوں بعد وہ لوگ درختوں کے جھنڈ سے نکلے اور آگے بڑھنے لگے۔ پہلی کا پٹرول کی روشنیاں بتدریج دور ہوتی جا رہی تھیں۔ بالآخر وہ نگاہوں سے ادھل ہو گئیں۔
”میں تھک گئی ہوں۔“ دفعتاً بولیا نے عمران سے کہا۔

”میری پشت پر سوار ہو جاؤ۔“ عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا: ”مڑہ نہ آئے تو کراہی مت دینا۔“
”گدھے ہو تم۔“ بولیا نے ہنستے ہوئے کہا۔
”اسی لیے تو پیش کش کر رہا ہوں۔ کیونکہ بقول کنفیوشس گدھا کبھی پرداز سے تھک کر نہیں کرتا۔ خوبصورت ہو سوار تو کیا خطرہ استاد۔“ عمران گلگلا کر بولا۔

”یقیناً“ وہ پہلی کا پٹرول کی تلاش میں آرہے تھے۔ شاید راجیشیا لکڑے سروں کے پکینڈ چمپ شکر کے حکم پر ان کا پٹرول کو بھیجا گیا تھا۔ کا پٹرول ابھی کافی فاصلے پر تھے اس لیے عمران تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔
”کیا وہ ہماری تلاش میں آرہے ہیں۔“ بولیا نے اس سے پوچھا۔

”یقیناً۔“ ہیں ان کے قریب پہنچنے سے پہلے اتنا درختوں تک پہنچ جانا چاہیے۔“ عمران نے چلتے ہوئے کہا۔

”اُنتا د نہیں افتاد۔۔۔۔۔“ ناصر نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”یار ناصر۔۔۔۔۔ کبھی تو بولنے سے ہو جایا کرو تاہر۔۔۔۔۔“
 عمران نے ناگواری سے کہا۔ ”اس وقت استاد شاگرد کا نہیں
 سوار اور سواری کا جھگڑا چل رہا ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے
 کہ دخل دینے والا ہی جھگڑے میں مارا جاتا ہے۔“
 ”سوری۔۔۔۔۔ میں نے تو شعر کی تصحیح کی تھی۔“ ناصر

مسکراتا ہوا بولا۔
 ”کیوں۔۔۔۔۔ کیا تم نے کبھی غالب کی بھی اصلاح کی تھی۔“
 عمران غصیلے لہجے میں بولا۔
 ”میں اس دور میں پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔“ ہر علی

سے بولا۔
 ”گویا اس دور میں ہی تم نے اردو کا ٹھیکہ لے رکھا تھا اور
 تاسی، فراز، شفا، فیض اور ناصر کاظمی تم سے اصلاح
 لینے آتے ہیں اور۔۔۔۔۔“

”بحث ختم کرو۔۔۔۔۔ کیوں بیچارے کے منہ لگ
 رہے ہو۔“ جولیانے غصے سے کہا۔
 ”لو اور سنو۔۔۔۔۔ وہ بھی کہہ رہے ہیں کوئی پتھر نہ مارے
 میرے دلوں کو۔۔۔۔۔“ عمران نے مسکرا کر کہا۔
 ”جو اس بند کرد۔۔۔۔۔ خاموشی سے چلو۔“ جولیا

نے لے ڈالنا۔
 ”کیوں چلوں۔۔۔۔۔“ عمران غرایا۔ ”کانڈر تم ہو یا میں۔“
 ”تم جیسے احمق کانڈر نہیں ہو سکتے۔“ جولیانے سنیں
 کر کہا۔ ”ایکسٹون نے خواہ مخواہ تمہیں کانڈر بنا ڈالا ہے۔“
 ”سن رہے ہو کیپٹن بابر۔۔۔۔۔ گواہ رہنا۔ میں اس کی
 ایکسٹون سے شکایت کروں گا۔“

”یہ آپ کا آپس کا معاملہ ہے۔ مجھے گواہ مت بنائیں۔“
 کیپٹن بابر نے ہنستے ہوئے کہا۔
 ”ہمارے نکاح کے وقت تو گواہ بنو گے نا۔“ عمران
 نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔

اور جولیانے غصے میں آ کر اس کی پشت پر گھونسا رسید کر
 دیا۔ عمران کراہتا ہوا بولا۔

”ارے ہے کوئی بچلے والا اس مرد مار عورت سے۔“
 کیپٹن بابر اور ناصر سننے لگے اور جولیانے غصے سے ہونٹ
 بھینچ لئے۔ عمران دوبارہ کچھ نہ بولا۔ تقریباً دو فرلانگ کا
 فاصلہ طے کرنے کے بعد کافی فاصلے پر چند درختوں کی نظر
 آنے لگیں۔ وہ روشنیاں متحرک تھیں۔ عمران کے انداز سے
 کے مطابق وہ فوجی گاڑیوں کی روشنیاں ہو سکتی تھیں جن کی تعداد
 کم از کم چار تھی اور وہ ایک دوسرے سے دس بارہ گز کے

فاصلے پر حرکت کر رہی تھیں۔ ان سے بچنے کے لئے عمران نے سمت تبدیل کی اور تقریباً سو گز چلنے کے بعد پھر پہلی سمت میں ہو گیا۔ اب وہ روشنیاں ان کے دائیں جانب تھیں۔

دفعتاً فضاء میں ہیلی کاپٹروں کی روشنیاں نمودار ہوئیں وہ سامنے سے واپس آ رہے تھے۔ عمران نے ادھر ادھر دیکھا۔ بائیں جانب ایک کافی بڑا گڑھا تھا۔ وہ خشک تھا۔ اور اس کے کنارے تہہ سے آٹھ فوٹ بلند تھے۔ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر اس طرف بڑھ گیا۔ گڑھے میں آ کر وہ اس کے دائیں کنارے سے چپک کر گھڑے ہو گئے۔ جلد ہی کاپٹر قریب آ گئے اور ان میں سے ایک کاپٹر کی سطح لائٹ گڑھے کو منور کرتی چلی گئی۔ وہ بھی روشنی کی زد میں آ گئے۔ چند لمحوں بعد ہی وہ کاپٹر واپس مڑنا دکھائی دیا۔ جبکہ بقیہ کاپٹر سیدھے چلے گئے۔

عمران سمجھ گیا کہ اس کاپٹر والوں نے انہیں دیکھ لیا ہے۔ اس نے نیڈلی سے بندھا راکٹ لیٹل کھول کر ماتھ میں سے لیا۔ کاپٹر واپس گھڑے کی طرف آ رہا تھا۔ جونہی وہ قریب پہنچا، عمران نے لیٹل کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے فائر کر دیا۔

لیٹل سے نکلنے والی سگار راکٹ کاپٹر کے نچلے حصے سے جا ٹکرایا اور دوسرے ہی لمحے ایک دھماکے سے کاپٹر کے

پر پچھے اڑ گئے۔ اس کا لبہ کبھر کر دین پر آ کر اس میں چند انسانی جسم بھی شامل تھے۔

عمران نے سامنے دیکھا۔ دور جانے کاپٹر واپس پلٹ رہے تھے۔ عمران نے میپٹن بائبر کو راکٹ لیٹل نکالنے کا اشارہ کیا اور وہ بھی اپنا راکٹ لیٹل نکال کر کاپٹروں کا استقبال کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ جلد ہی اگلے دو کاپٹر قریب آ پہنچے۔ عمران اور میپٹن بائبر نے بیک وقت ان پر فائر کئے اور وہ بھی تباہ ہو گئے۔ چوتھا کاپٹر تیزی سے بائیں جانب مڑا اور اسی لمحے عمران نے اس پر فائر کر دیا۔ راکٹ کاپٹر کے پچھلے حصے سے ٹکرایا اور وہ بھی فنا ہو گیا۔

”آؤ۔۔۔“ عمران لیٹل جیب میں رکھتا ہوا تیزی سے بولا۔
”فوجی گاڑیاں یقیناً اس طرف آ رہی ہوں گی۔“

وہ چاروں گھڑے سے نکلے اور پہلی سمت میں آگے بڑھنے لگے۔ فوجی گاڑیاں رخ بدل کر گڑھے کی طرف آ رہی تھیں۔ لیکن جب تک وہ گھڑے کے پاس پہنچیں عمران اور اس کے ساتھی وہاں سے نصف حرا لنگ دھڑپنچ چکے تھے۔

جائیں گے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ساتھیوں کو چلنے کا اشارہ کیا اور دائیں جانب بڑھنے لگا۔ تقریباً سو قدم چلنے کے بعد وہ پھر پہلی سمت میں ہولے۔ اور کیمپ سے تقریباً نصف فرلانگ دور سے گزرے۔

اب پتھر ملی زمین شروع ہو چکی تھی اور بہت دور بلند پہاڑیوں کے نارکیب پہولے دکھائی دے رہے تھے ان کی منزل انہی پہاڑیوں کی دوسری جانب تھی۔

تقریباً ایک فرلانگ چلنے کے بعد وہ چٹانی علاقے میں پہنچ گئے۔ جہاں چاروں طرف چھوٹی بڑی چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ وہ محتاط ہو گئے۔ پتھر ملی زمین پر ان کے قدموں کی آہٹیں بلند ہو رہی تھیں۔ راستہ دشوار گزار تھا۔ ابھی وہ کچھ سی دور گئے تھے کہ عقب سے فوجی گاڑیوں کا شور ابھرنے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے چند گاڑیاں اس طرف آرہی ہیں۔

صفر نے رک کر آواز سے گاڑیوں کی سمت کا تعین کیا اس کے انداز سے کے مطابق گاڑیاں اسی کیمپ کی سمت سے آرہی تھیں جو انہوں نے راستے میں دیکھا تھا۔ وہ دوبارہ آگے بڑھتا ہوا ہولا۔

ہو سکتا ہے گاڑیاں ہماری تلاش میں آرہی ہوں

سلمیے پر وہ روشنیاں ایک فوجی کیمپ کی تہی ثابت ہوئیں۔ وہ ایک بڑی سی جھاڑی کی آڑ میں رک کر اس طرف دیکھنے لگے۔ وہاں چند چھولداریاں نصب تھیں جن کے باہر گیس لیمپ روشن تھے۔ چند فوجی ٹرک اور جیپیں ادھر ادھر کھڑی تھیں چھولداریوں کے باہر کچھ فوجی سو رہے تھے کچھ ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔

وہ چند لمحوں تک کیمپ کا جائزہ لیتے رہے پھر صفر نے یہی فیصلہ کیا کہ وہ سمت تبدیل کر کے کیمپ سے آگے

ذرا تیری سے قدم اٹھاؤ۔

مگر وہ چٹان کے سائے میں روشنی سے محفوظ رہے۔ دوسرا
کا پٹر پچیس تیس گز کے فاصلے پر سے گزرا تھا۔

چند لمحوں بعد وہ چٹان کے نیچے سے ٹھکے اور دوبارہ آگے
بڑھنے لگے۔ کا پٹروں کا شور دور ہوتا جا رہا تھا اور اب
فوجی گاڑیوں کا شور قریب آتا جا رہا تھا وہ تیزی سے قدم
اٹھانے لگے۔

صفر نے چلتے چلتے اپنی داچ پر وقت دیکھا۔ گیارہ
بجنے والے تھے اور انہیں بارہ بجے سے پہلے منزل پر
پہنچنا تھا۔

دقتاً وہ روشنی میں نہا گئے۔ وہ یک قدم ٹھٹھک کر رک
گئے۔ ایک لمحہ کے لئے ان کی آنکھیں روشنی سے چندھا
نی گئیں۔ پھر وہ دیکھنے کے قابل ہوئے تو تین اسٹین گن
بردار فوجی ان کے دائیں جانب کھڑے تھے۔ ان کی گنوں
پر ٹارچیں نصب تھیں۔ جن کی روشنی تنویر، خاور، صفر
اور چوہان کو گھیرے میں لئے ہوئی تھی۔

”ہالٹ —“ ایک فوجی حکیمانہ لہجے میں بولا ”اپنی
فینیں پھینک کر ہاتھ بلند کرلو۔ بھاگنے کی کوشش نہ کرنا۔“
صفر نے ایک لمحہ کے لئے سوچا اور ہاتھ بلند کر
لئے۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی تاکید کی۔ تنویر، خاور

اسی لمحے فضاء میں ہیلی کا پٹروں کی مخصوص پھڑپھڑاہٹ
سنائی دینے لگی۔ انہوں نے چونک کر بائیں جانب دیکھا۔
ادھر فضاء میں دو کا پٹروں کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں
یقیناً وہ انہی کی تلاش میں آ رہے تھے۔ صفر نے پریشانی
ہو کر ادھر ادھر دیکھا۔ اسے ہیلی کا پٹروں کی سرچ لائٹس
سے بچنے کے لئے پناہ کی ضرورت تھی۔ دائیں جانب چند
قدم کے فاصلے پر ایک چٹان زمین کی جانب جھکی ہوئی معلوم
ہوتی تھی اور اس کا جھکاؤ کا پٹروں کی مخالف سمت میں
تھا۔

صفر، تنویر، خاور اور چوہان کو ساتھ لے کر تیزی سے
اس چٹان کی طرف لپکا۔ ہیلی کا پٹرا ب تھوڑے فاصلے
پر رہ گئے تھے۔ وہ چٹان کے قریب پہنچے اور اس کے
جھکے ہوئے حصے کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔ چٹان کا
جھکا ہوا حصہ سا بُبان کا کام دے رہا تھا اور سرچ لائٹ
کی روشنی اس کے نیچے نہیں پڑ سکتی تھی۔

چند لمحوں بعد کا پٹر قریب آ گئے۔ ان پر نصب سرچ
لائٹس چٹانوں اور پتھروں کو منور کر رہی تھیں۔ ایک کا پٹر
اُن کے سین اوپر سے گزرا۔ اس کی روشنی چٹان پر پڑی۔

اور چوہان فوجی وردیوں میں تھے اور صفدر کو حیرت تھی کہ
ٹارپن بردار فوجیوں نے انہیں وردی میں دیکھنے کے باوجود
کہوں روکا تھا۔

”کون ہو تم اور کہاں جا رہے ہو۔“ ایک فوجی
نے آگے بڑھ کر سخت لہجے میں پوچھا۔

”بکومت۔۔۔ صفدر جوا بآزاد“ کیا تم ہماری

وردیاں نہیں دیکھ رہے۔۔۔“

”مگر تم وردی کے بغیر ہو۔۔۔“ وہ فوجی اسے گھورتا
ہوا بولا۔

”تمیز سے بات کرو۔۔۔“ وقتاً چوہان غصیلے لہجے میں
بولتا۔ یہ میجر رام چند ہیں۔۔۔“

تنویر کی بات سننے ہی ان فیتوں نے لوکھلا کر ایڑھیاں
بجائیں اور صفدر چوہان کی ذہانت پر مسکرائے بغیر نہ
رہ سکا۔ فوجیوں نے گنیں جھکالی تھیں۔

”سوری سر۔۔۔“ بات کرنے والے فوجی نے
گھبراہٹ آمیز لہجے میں کہا۔ ”ہم سمجھے تھے کہ آپ وہی
ہیں۔ جن کے بارے میں ہمیں ہوشیار رہنے کے
کا حکم دیا گیا۔“

کن کے بارے میں۔۔۔ صفدر نے حیرت کا

اظہار کیا۔ اس کے ساتھیوں نے زمین سے اپنی اسٹین گنیں
اٹھالی تھیں۔

”کچھ دیر پہلے کمپنی کمانڈر کی طرف سے ہمیں اطلاع
دی گئی تھی۔ کہ چار غیر ملکی پراجیکٹ کی طرف آنے
والے ہیں۔۔۔ اور انہوں نے سٹائیسویں رجمنٹ
کی وردیاں پہن رکھی ہیں۔“

”بالکل۔ بالکل۔“ صفدر سر ہلا کر بولا۔ ”وہ ہماری
رجمنٹ کی وردیاں پہن کر جھگڑا میں گھس گئے تھے۔ رچنا نچہ
میں نے تمہارے کمپنی کمانڈر کو فوراً اطلاع کر دی۔ ہم
انہی کی تلاش میں ادھر آئے ہیں۔“

عقب میں آنے والی گاڑیوں کا شور قریب آ پہنچا
تھا لیکن صفدر ان فوجیوں کو زندہ چھوڑ کر آگے نہیں بڑھنا
چاہتا تھا تاکہ وہ دیکھے سے آنے والوں کو ان کی ذہاندھی
نہ کر سکیں۔

”تمہارا کیمپ کہاں ہے۔۔۔“ اس نے فوجی
سے پوچھا۔

”اس طرف۔۔۔“ فوجی نے ہاتھ سے بائیں جانب
اشارہ کیا۔ ”پچاس ساٹھ قدم کے فاصلے پر۔“
”تم میرے ساتھ آؤ۔“ صفدر نے بائیں جانب

مرہٹے ہوئے کہا۔

اور۔۔ وہ فوجی اس کے ساتھ چل دیا۔ دس بارہ گولہ کے
فاصلے پر ایک چٹان تھی۔ چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی
صفدر یکدم مرطا۔

اس نے ایک ہاتھ تیزی سے فوجی کے منہ پر رکھتے
ہوئے دوسرے ہاتھ کا مکا اس کی کنپٹی پر رسد کر دیا۔
فوجی لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔ صفدر واپس
چل دیا۔ لیکن اس نے سمت بدل لی تھی۔ وہ دبے پاؤں
بقیہ دو فوجیوں کے عقب کی طرف بڑھ رہا تھا۔ قریب پہنچ
کر اس نے تیزی سے ایک فوجی کی گردن پر کھڑی ہتھیلی سے
وار کیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ وہ بے جان ہو کر گر ہی تھا
کہ دوسرے فوجی نے پلٹ کر صفدر کی طرف دیکھا اور اسی لمحے
تنویر نے پھرتی سے قدم بڑھا کر اس کے سر پر پائین گن
کا کندہ رسید کر دیا۔

وہ فوجی کراہتا ہوا اگرادر بے ہوش ہو گیا۔ صفدر نے جلدی
سے اس کی وردی اتار کر پینٹ لی۔

”انہیں اٹھا کر اس چٹان کے پچھلے ڈال آؤ۔“ اس
نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی۔

ظہور اور چوہان نے فوجیوں کے جسم اٹھا کر کندھوں پر

لاوے اور اس چٹان کی طرف بڑھ گئے۔ جس کے عقب میں
تیسرا فوجی بے ہوش پڑا تھا۔ ان کی واپسی پر صفدر انہیں
ساتھ لے کر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔

فوجی گاڑیوں کا شور اب دائیں جانب بڑھ رہا تھا۔
شاید گاڑیوں کے قابل راستہ اسی جانب تھا۔

چند منٹ بعد ان کے بائیں جانب سے کسی فوجی گاڑی
کا شور ابھرنے لگا مگر وہ ر کے بغیر چلتے رہے۔ چند لمحوں
بعد وہ ایک قدرتی طور پر سطح راستے کے پاس جا پہنچے۔
اسی راستے پر بائیں جانب سے ایک جیپ دوڑی آ رہی
تھی۔ وہ تیزی سے قریبی پتھر کی آڑ میں بیٹھ گئے۔

فوجی جیپ قریب پہنچی اور ان کے سامنے سے گذر
گئی۔ راستے کے دوسری جانب بلند پہاڑیاں تھیں۔
جیپ کی روشنیاں معدوم ہو جانے پر وہ پتھر کی آڑ سے
نکلے اور اس راستے کے ساتھ ساتھ اس جانب بڑھنے
لگے۔ جدھر سے جیپ آئی تھی۔

ستاروں کی مدد روشنی میں وہ تقریباً بیس پچیس قدم
چلے اور پھر رک گئے۔ راستے کی دوسری جانب روشنی
محسوس ہوتی تھی۔ وہ اس خلاء کی طرف بڑھے۔ چٹانوں
کا درمیانی راستہ چھوٹے بڑے پتھروں سے اٹا ہوا تھا۔

وہ قدم جا کر اس راستے پر چلنے لگے۔

دفعۃً سب سے پیچھے چلنے والے خاور کا پاؤں ایک پتھر سے پھسل گیا اور پتھر اپنی جگہ سے لڑھک گیا جس سے اچھی خاصی آواز بلند ہوئی تھی۔ خاور نے بمشکل خود کو منہ کے بل گرنے سے بچایا۔ باقی ساتھی ٹھٹھک کر رک گئے۔ چٹانوں کے درمیان راستے کا دہانہ چند قدم دور رہ گیا تھا۔ خاور کے سنبھلنے کے بعد وہ دوبارہ آگے چل پڑے۔ ان کی منزل اب قریب تھی جبکہ عقب سے دوبارہ فوجی گاڑیوں کا شور بلند ہونے لگا۔ پھر جونہی وہ چٹانوں کے درمیان سے گزر کر دوسری جانب پہنچے یکدم روشنی میں نہاتے چلے گئے۔

تولیا پر تھکاوٹ سوار تھی لیکن اس نے عمران پر اس کا اظہار نہ کیا کیونکہ پہلے بھی تھکاوٹ کا اظہار کرنے پر عمران نے احمقانہ رویہ اختیار کیا تھا۔ عمران اس سے آگے تیزی سے اٹھا رہا تھا۔ بہت دور بلند پہاڑوں کے ہیولے دکھائی دے رہے تھے جو وہاں سے کم از کم دو میل کے فاصلے پر معلوم ہوتے تھے۔
 ”کیا وہی پہاڑی ہماری منزل ہیں؟“ دفعۃً اس نے عمران سے پوچھا۔
 ”وہاں — شاہینوں کی منزل اور ٹھکانہ پہاڑ ہی

ہوتے ہیں، عمران نے احمقانہ لہجے میں کہا: تم نے کنفیو شس کا وہ شعر نہیں سنا جس میں اس نے ہمیں ہدایت کی تھی کہ۔
 نہیں تیرا گھونسلا قصر سلطانی کے گنبد پر۔۔۔۔۔
 ”گھونسلا نہیں جناب نشیمن کیسے؟“ ناصر نے مسکراتے ہوئے جلدی سے کہا۔

”نہیں کہتا۔ کوئی زبردستی ہے تمہاری۔۔۔“ عمران غصیلے لہجے میں بولا۔ ”میں تو گھونسلا ہی کہوں گا۔۔۔“
 ”علامہ اقبال نے نشیمن ہی کہا تھا۔۔۔“ کیپٹن بابر نے سنہن کر کہا۔

”مگر میں علامہ نہیں ہوں۔ علامہ اور مجھ میں یہی تو فرق ہے۔۔۔ اگر میں بھی نشیمن کہوں تو لوگ مجھے بھی علامہ سمجھنے لگیں گے۔“

”بھاڑ میں جاؤ۔۔۔“ جولیا غصتے سے بولی۔ ”میں اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔“
 ”ابدی آرام کرنا ہے تو بیٹھ جاؤ۔ تلاش کرنے والے یہاں آکر تمہیں جنت میں آرام کرنے بھیج دیں گے۔“
 عمران نے ر کے بغیر کہا۔

”تو پھر تم اپنی بجواس بند کرو۔۔۔“ جولیا غزائی۔

”وہ تو میں نے کل سے بند کر رکھی ہے۔۔۔ تم کہتی ہو تو ایک قفل اور لگا دیتا ہوں۔“ وہ احمقانہ لہجے میں بولا۔
 ناصر اور کیپٹن بابر منہ منہ لگے اور جولیا دانستہ پس کر رہ گئی۔ عمران دوبارہ نہیں بولا تھا۔ چند لمحوں بعد ان کے عقب میں روشنی ہونے لگی۔ انہوں نے پلٹ کر دیکھا تو گڑھے کی جانب سے فوجی گاڑیاں ان کے پیچھے دوڑی آرہی تھیں۔

”اوہ۔۔۔ وہ اب اس طرف آرہے ہیں۔“ ناصر چونکتا ہوا بولا۔

”پر وامت کرو۔۔۔ بس قدم اٹھاتے رہو۔۔۔“ عمران بولا۔

اور دائیں جانب مڑ گیا۔ وہ بھی اس کے پیچھے دائیں جانب چلنے لگے۔ اس طرح وہ فوجی گاڑیوں کے راستے سے ہٹ گئے تھے۔ اس جانب گھنی جھاڑیوں اور درختوں کی بہتات تھی تین چار منٹ میں وہ ساٹھ ستر گز کا فاصلہ طے کر چکے تھے فوجی گاڑیاں تیزی سے ان کے چھوڑے ہوئے راستے پر دوڑ رہی تھیں۔ عمران دوبارہ اصل سمت میں مڑ کر چلنے لگا۔ درخت اور قد آدم گھنی جھاڑیاں انہیں چھپا رہی تھیں۔

دفعتاً عمران چونک کر رک گیا۔ ایک فوجی گاڑی ریح بدل کر ان کی طرف آرہی تھی شاید انہیں دیکھ لیا گیا تھا۔ عمران اپنے ساتھیوں کو لے کر تیزی سے ایک بڑی سی جھاڑی کی طرف لپکا۔ جھاڑی کی آڑ میں پہنچ کر وہ زمین پر بیٹھ گئے۔ عمران کی نگاہیں اس طرف آنے والی گاڑی پر مرکوز تھیں جس کی ہیڈ لائٹس کی روشنی جھاڑیوں اور درختوں پر پڑ رہی تھی۔

”ریو اور نکال لو۔“ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا

اور اپنا بھی ریو اور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ چند لمحوں بعد وہ گاڑی قریب آ پہنچی جو کہ ایک فوجی جیپ تھی جیپ ان سے تقریباً پندرہ گز کے فاصلے پر رک گئی اور اس میں سے ڈرائیور سمیت چھ فوجی اتر آئے۔ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے فوجی نے جیپ سے اتر کر اپنے ہاتھ میں پکڑی دو رہیں آنکھوں سے لگائی۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ یقیناً وہ خاص قسم کی لینز والی دوربین تھی جس سے اندھیرے میں بھی بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔

”دھیل جاؤ اور انہیں تلاش کرو۔ وہ یقیناً یہیں کہیں ہوں گے۔“ دو رہیں والے نے آنکھوں

سے دو رہیں ہٹا کر کہا۔ جیپ کی روشنی میں اس کے کندھوں کے نیچے اُسے میجر غلام سرگرم سے تھے۔ اس کا حکم سن کر پانچوں فوجی ادھر ادھر پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔ عمران کے ساتھی دم سادھے فوجیوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔

میجر دوبارہ دوربین آنکھوں سے لگا چکا تھا۔ ایک فوجی سیدھا اس جھاڑی کی طرف آ رہا تھا جس کے عقب میں عمران، جولیا، ناصر اور کیپٹن بابر دبکے ہوئے تھے۔ عمران کی کھوپڑی تیزی سے کام کر رہی تھی اور وہ بچاؤ کی ترکیب سوچ رہا تھا۔ اسٹین گن بردار فوجی دائیں اور بائیں دیکھتا چلا آ رہا تھا۔

عمران نے قریب پڑا ایک پتھر اٹھا کر ہاتھ میں لے لیا پھر جونہی فوجی نے دائیں جانب دیکھا۔ عمران نے پتھر بائیں جانب اچھال دیا۔ پتھر اس جانب تقریباً بیس گز کے فاصلے پر واقع ایک جھاڑی میں جا گرا جس سے آواز پیدا ہوئی اور وہ فوجی تیزی سے اس جانب مڑ گیا۔ دوسرے فوجی

کمپٹن بابر نے ریوالور کی نالی میجر کی گردن سے لگا دی میجر
خونزدہ انداز میں ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا عمران ریوالور
جیب میں ڈال کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور جیب کی
روشनियाں بچھا دیں پھر اس نے فوجیوں کی طرف دیکھا
وہ تقریباً پچاس قدم کے فاصلے پر تھے۔

عمران کو یقین تھا کہ اندھیرے کے باعث وہ اتنے فاصلے
سے جیب میں بیٹھے افراد کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس نے
انجن اسٹارٹ کیا اور جیب موڑ کر واپس چل دیا دوسری
گاڑیاں کافی دور نکل گئی تھیں۔ تقریباً نصف فرلانگ کا
فاصلہ طے کرنے کے بعد عمران نے جیب کا رخ پہاڑوں
کی طرف کر دیا۔ دوسری گاڑیاں ان سے دو تین فرلانگ آگے
بھٹیں اور جس راستے پر جیب دوڑ رہی تھی۔ وہ گاڑیاں
اس راستے سے بئیں پچیس قدم بائیں جانب تھیں۔

عمران روشनियाں جلائے بغیر جیب دوڑا رہا تھا۔ بائیں
جانب درختوں کا ایک جھنڈ دیکھ کر اس نے جیب اسی
طرف موڑ دی اور درختوں کے عقب میں پہنچ کر روک
دی۔ اس نے انجن بند کیا اور جیب سے ریوالور نکال
لیا۔ دوسری جیب سے اس نے پینٹل مارچ نکال کر
روشن کر لی۔

”میجر — تم دیکھ چکے ہو کہ ہم نے چار پہلی کا پٹرکس
آسانی سے تباہ کر ڈالے ہیں۔“ عمران نے میجر سے کہا۔
اگر تم تعاون کرو گے تو زندہ رہو گے ورنہ تمہیں ہلاک کر دیا
جائے گا۔ تمہارا نام —؟“

”مکیٹس —“ وہ خوف زدہ لہجے میں بولا۔
”لہجہ سنہا لو اور ٹرانسمیٹر پر آگے جانے والی گاڑیوں
سے رابطہ قائم کرو۔ انہیں بتاؤ کہ تم نے ہمیں گرفتار کر لیا
ہے اور تم ہمیں جیب کی طرف لے جا رہے ہو۔ پس اس سے
آگے باور مبہان میں ایک لفظ بھی مت بولنا ورنہ —؟“
عمران نے دھمکی دی۔

میجر نے جیب میں نصب ٹرانسمیٹر آن کیا اور بولنے
لگا۔ عمران کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں اور اس
کے ریوالور کی نالی میجر کے پہلو کو چھو رہی تھی جبکہ کمپٹن بابر کے
ریوالور کی نالی بدستور میجر کی گردن سے چپکی ہوئی تھی۔

چند خبرموں کو تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔
 ”بکومت۔ ان ٹیلنوں کی یونٹ جنگل کے پار متعین ہے۔“
 نائیک عزایا۔ ”جیکہ تم بھی فوجی معلوم نہیں ہوتے۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ تم لوگ سٹائیسوس رجمنٹ کی وردیوں میں ادھر آ رہے ہو۔ تم نے ہی ہمارے کسی آدمی کو مار کر وردی حاصل کی ہوگی۔ ہاتھ بلند کر لو۔“

اس کے حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ وردیوں والے حربہ یہاں ناکام رہا تھا۔ انہوں نے اسٹیں گن پھینک کر ہاتھ بلند کر لئے۔ منزل پر پہنچ کر وہ پکڑے گئے تھے۔
 ”انہیں غار میں لے چلو۔ نائیک نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کوئی گڑبڑ کرے تو شوٹ کر دینا۔“

فوجیوں نے انہیں بائیں جانب چلنے کا اشارہ کیا اور وہ اُن کے آگے چل دیئے۔ نائیک اُن سے چند قدم آگے تھا۔ اس بارہ گز کے فاصلے پر ایک غار نظر آ رہا تھا۔ وہ غار میں داخل ہوئے غار اندر سے کافی کشادہ تھا اور اس میں ایک گیس لیمپ روشن تھا۔ ایک کونے میں کھانے پینے کا سامان اور برتن رکھے تھے۔ دائیں جانب ایک درسی بھی ہوئی تھی۔ لیمپ ایک میز پر رکھا تھا جس کے قریب ایک فولڈنگ چیر پٹھی تھی۔ میز پر بھاری ٹرانسمیٹر پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

روشنی دو ٹارچوں کی تھی جو اسٹیں گنوں پر نصب تھیں لیکن ان کی تعداد چار تھی وہ چاروں فوجی وہیں جانب چند فٹ کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ سامنے کی جانب اس بارہ گز کے فاصلے پر ایک مخروطی چٹان تھی جس کے عقب میں بلیک پراجیکٹ کی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔ وہاں اتنا اجالا تھا کہ وہ باسانی پندرہ بیس گز تک کی چیز دیکھ سکتے تھے۔
 ”خبردار۔ ہتھیار پھینک کر ہاتھ بلند کر لو۔“ چاروں میں سے ایک فوجی عزایا جو نائیک کی وردی میں تھا۔
 ”تمہارا دماغ درست ہے۔“ صغدر نے غصے سے کہا۔ ”ہم

غار میں آکر نائیک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے اُن سے کہا: ”دیوار کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔“

وہ لوگ اس کے دائیں جانب غار کی دیوار کے پاس کھڑے ہو گئے۔

”ان پر نگاہ رکھو۔ میں کال کروں۔“ اس نے فوجیوں سے کہا۔

فوجی ان کے سامنے اسٹین گن تان کر کھڑے ہو گئے۔ نائیک نے ٹرانسمیٹر آن کیا اور بولنے لگا۔

”ہیلو کمپ — نائیک ناگر کالنگ — اور۔“

”یس ناگر — میجر ٹورنگہ رسیونگ — اور۔“ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے ایک آواز ابھری۔

”سر — ہم نے ان چاروں کو گرفتار کر لیا ہے۔“ نائیک مسرت آمیز لہجے میں بولا۔

”اوہ — ویری ٹائس ناگر —“ ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔ ”وہ کہاں تھے۔“

”ہمارے غار کے پاس دونوں چٹانوں کے درمیان سے گزر کر وہ اس طرف آئے تھے۔ ہم پتھر پھینکنے کی آواز سن کر اُن کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں پکڑ لیا۔“

”گڈ۔“ میجر نے کہا۔ ”انہیں کیمپ میں لے آؤ۔“

کوئی فرار نہ ہونے پائے۔

”ان کا باپ بھی فرار نہیں ہو سکتا جناب —“ نائیک نے ہنس کر کہا۔

”پھر بھی احتیاط لازم ہے۔ وہ بہت خطرناک جاسوس ہیں۔“

ابھی ابھی اطلاعات ملی تھیں کہ مشرق کی طرف سے آنے والے چاروں

جاسوس بھی پکڑے گئے ہیں جنہوں نے کچھ دیر پہلے چار کا پٹر

جہاز کئے تھے۔ اور اینڈ ایل — میجر نے آخر میں کہا۔

میجر کی بات سن کر صدر اور اس کے ساتھی بے اختیار

چونکے۔ یقیناً میجر نے عمران جو لیا، کیپٹن بابر اور ناصر کی

بات کی تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں کی گرفتاری کا سن کر پریشان

ہو گئے۔ نائیک نے ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

”ان کے ہاتھ باندھو اور کیمپ لے چلو۔“ اس نے اپنے

ماتحتوں سے کہا۔

ایک فوجی نے گن کندھے سے لٹکائی اور اس کو نئے کی

طرف بڑھ گیا جدھر سامان پڑا تھا۔ شاید وہ رسی اٹھانے

گیا تھا۔ صدر نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر مخصوص

اشارہ کیا۔ فوجی رسی لے کر پلٹا اور صدر کی طرف بڑھا۔

صدر کے عقب میں آکر اس نے جو بھی اس کے ہاتھ باندھنے

کی کوشش کی، صدر نے یکدم پلٹ کر اس کے جھڑے پر

گھونسا رسید کر دیا۔ وہ کراہتا ہوا پتھر ملی دیوار سے جا ٹکرایا
بقیہ دونوں صفدر کی طرف متوجہ ہوئے ہی تھے کہ تنویر اور
خاور نے ان پر چھلانگ لگا دی۔

یہ دیکھ کر نائیک کرسی سے اٹھتا ہوا غرایا: "خبردار۔۔۔"
ساتھ ہی اُس نے اپنے کندھے سے گن اتارنے کی کوشش
کی۔ لیکن چوہان نے اس پر جبت لگا دی اور دونوں فرش پر
آرے۔ خاور اور تنویر کے ہمدقابل فوجیوں کے ہاتھوں
سے اسٹین گنیں چھوٹ گئی تھیں اور وہ آپس میں وحشیانہ
انداز میں لڑ رہے تھے۔ تنویر نے اپنے حریف فوجی کے پیٹ
میں گھونسا رسید کیا اور وہ درد کی شدت سے کراہتا ہوا
پیٹ پکڑے جھک گیا۔ تنویر نے تیزی سے اسے گردن سے
پکڑا اور دیوار کی طرف زور سے دھکیلا۔ فوجی کا سر سنگی
دیوار سے ٹکرایا اور اس کی چیخ نکل گئی۔ وہ فرش پر گر
اور بے ہوش ہوتا چلا گیا۔

خاور نے اپنے ہمدقابل کو فرش پر گرایا اور اس کے پہلو
میں ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ کراہتا ہوا کروٹ بدل کراٹھا ہتی
تھا کہ خاور کی ٹھوکر اس کے منہ پر پڑی اور اس کے کئی
دانت لڑٹ گئے۔ اس نے کربناک انداز میں چیختے ہوئے
منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ خاور نے کوئی لمحہ صانع کئے بغیر جھک کر

اُس کے سر کے بال پکڑے اور اس کا سر اتنے زور سے فرش
سے ٹکرایا کہ سر پھٹ گیا اور وہ فوجی تڑپنے لگا۔ خاور سندو بارہ
اس کا سر اتنے زور سے فرش سے ٹکرایا کہ سر پھٹ گیا اور وہ فوجی
کی چیخیں دم توڑتی چلی گئیں۔

صفدر کا شکار گھونسا کھا کر دیوار سے ٹکرایا مگر پھر اُس نے
تیزی سے سنبھل کر صفدر پر حملہ کر دیا۔ اس کا گھونسا صفدر کے
جبرے پر پڑا اور صفدر لڑ پکڑا گیا۔ فوجی نے دوبارہ اس پر
دار کرنا چاہا لیکن صفدر سنبھل چکا تھا۔ ایک گھونسا کھا کر وہ
غضب ناک ہو گیا تھا۔ اُس نے فوجی کا دوسرا گھونسا ہاتھ پر
روکا اور دوسرے ہاتھ کا مکا اس کے ناک پر رسید کر دیا۔
وہ درد سے کراہتا ہوا پیچھے ہٹا اور اس کی ناک خون اگلنے لگی
صفدر نے فوراً آگے بڑھ کر اسے کمر سے پکڑا اور اٹھا کر
دیوار پر دے مارا۔ فوجی کے حلق سے انتہائی کربناک چیخ خارج
ہوئی اور وہ بے جان ہو کر فرش پر آ رہا۔ اس سر دیوار سے
ٹکڑا کر چپک گیا تھا اور خون آلودہ مغز کھوپڑی سے نکل کر
دیوار پر چپک گیا تھا۔

چوہان نائیک کو فرش پر گرا رہا تھا۔ دفعتاً نائیک نے چوہان
کے پہلو میں مکار رسید کر دیا۔ چوہان کراہتا ہوا بائیں جانب
لڑ جھک گیا۔ نائیک تیزی سے اٹھا اور اسی لمحے چوہان نے ہاتھ

بڑھا کر اس کی ٹانگ گھسیٹ لی، نائیک دوبارہ فرش پر پہلو
کے بل آگرا۔ چونکہ تیزی سے اٹھا اور اس نے نائیک کے
پہلو میں ٹھوکر رسید کر دی۔ وہ کراہتا ہوا کروٹ بدل گیا۔
اسی لمحے صفدر نے ایک گن اٹھالی اور نائیک کے سینے سے
لگا دی۔

”مم — مجھے — مت مارو —“ نائیک خوفزدہ
لیجے میں بلبلایا۔

”ٹھیک ہے۔ کھڑے ہو جاؤ۔“ صفدر نے
اُسے گھورتے ہوئے کہا۔ اس کے ذہن میں اچانک
ایک پروگرام نے جنم لیا تھا۔ نائیک کراہتا ہوا اٹھا اور
صفدر کے اشارے پر اس نے ہاتھ بلند کر لئے۔ صفدر کے
ساتھیوں نے بھی اسٹین گنیں اٹھالی تھیں۔

”زندگی چاہتے ہو تو میرے چند سوالوں کے جواب دو“
صفدر دھمکی آمیز لیجے میں بولا۔

”پپ — پوچھو —“ وہ بلبلایا

اور صفدر اس سے پراچیکٹ کے بارے میں ضروری
باتیں پوچھنے لگا۔ چند منٹ بعد اس نے نائیک کو ہاتھ
دیں اور نائیک میز پر بڑا ٹرانسمیٹر آن کر کے اپنے کیمپ
انچارج کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو کیمپ — نائیک ناگر کالنگ۔ اور —
لیس ناگر۔ میجر نٹور سنگھ ریسپونڈنگ — اور — چند
لمحوں بعد ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

سر — وہ چاروں مجرم فرار ہونے کی کوشش میں میرے
آدمیوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔“ نائیک نے اطلاع
دی۔

”اوہ —“ میجر کی چونکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ خیر
یہ بھی اچھا ہوا۔ ان کی لاشیں کہاں ہیں —“
”وہ ہم نے ایک کھائی میں پھینک دی ہیں۔ اگر آپ
دیکھنا چاہتے ہوں تو میں نکھواتا ہوں۔“

”رہنے دو۔ لاشوں کا سہم نے کھا کر ناسے۔ ضرورت پڑی
تو میں اس کے لئے تمہیں کال کروں گا۔ اور اینڈ آئی“
میجر نے کہا۔ اور ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔ نائیک نے ٹرانسمیٹر
کا بٹن آف کر دیا۔ اس دوران صفدر اور اس کے ساتھیوں
کا اسٹین گنیں ناؤ کی طرف اٹھی رہی تھیں۔ صفدر کے
شارے پر نائیک ہاتھ بلند کر کے دیوار کے پاس جا کھڑا
ہوا۔

پھر صفدر اس سے کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کی واپس
ٹرانسمیٹر کا مخصوص ہندسہ سپارک کرنے لگا

محکمہ سریندر نے عمران کی ہدایات کے مطابق ٹرانسمیٹر پر آگے جانے والی گاڑیوں کو ان کے پکڑے جانے کی اطلاع دے کر واپس آنے کا حکم دیا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا عمران مطمئن ہو گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو میجر کا خیال رکھنے کی ہدایت کی اور خود جیب سے اتر گیا۔ ایک درخت کی آڑ میں اتر کر وہ اسی سمت دیکھنے لگا۔ جدھر فوجی گاڑیاں گئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ان گاڑیوں کی ریڈ لائٹس نظر آنے لگیں یقیناً وہ واپس آرہی تھیں۔ تقریباً پانچ منٹ بعد وہ درختوں کے جھنڈے کا کافی فاصلے سے گذریں۔ ان کا رخ کیمپ کی طرف تھا۔

عمران واپس پلٹا اور جیب میں آ بیٹھا۔ چند لمحوں بعد اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور ان درختوں کے عقب سے نکل کر سہاڑوں کی طرف جیب اوڑانے لگا۔ میجر اس کے پہلو میں خاموش بیٹھا تھا اور شیپن بابر کے ریوالور کی نالی اس کی گردن کو چھو رہی تھی۔

عمران نے جیب کی بتیاں روشن نہیں کی تھیں لیکن پہاڑی علاقہ شروع ہونے پر اس نے بتیاں روشن کر لیں تاکہ اندھیرے میں کسی کھڑے نہ جا گریں وہ آہستہ آہستہ میجر کو ہدایات دے رہا تھا۔ آخر میں بولا۔

”اگر تم نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کی تو زندہ نہیں بچو گے۔“

میجر کچھ نہ بولا۔ چند لمحوں بعد جیب اونچی اونچی پٹالوں کے درمیان دوڑ رہی تھی۔ پانچ منٹ بعد عمران نے بائیں جانب روشنی دیکھ کر ایک چٹان کی آڑ میں جیب روکی اور بتیاں بجھا کر جیب سے اتر گیا۔ وہ بائیں جانب بڑھا۔ ایک چٹان کی آڑ میں رک کر اس نے دوسری طرف جھانکا۔ ادھر نسبتاً ہموار جگہ پر ایک بڑی چھو لداری نصب تھی۔ جس کے بائیں ایک میز کرسی پڑی تھی۔ کرسی پر ایک میجر بیٹھا تھا جبکہ ایک گیس لمپ چھو لداری کے بائیں ٹک رہا تھا اور اس کی روشنی میں چار فوجی زمین پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ میز پر ایک ٹرانسمیٹر رکھا تھا جس سے سیٹی کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ چھو لداری کے بائیں جانب ایک جیب کھڑی تھی۔ میجر نے ہاتھ میں پکڑا ہوا چائے کا مگ میز پر رکھا اور ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبا دیا۔ عمران پوری رات اس کی طرف متوجہ تھا۔

”ہیلو کیمپ — ٹائیک ناگر کا لنگ — اور“

ٹرانسمیٹر سے آواز ابھری۔

”میں ناگر — میجر نٹور سنگھ رسیدنگ — اور“

مہاجر نے کہا

”سہرے آدمیوں کے ہاتھوں مارے گئے ہیں“ نائیکسکی
آواز سنائی دی۔ اور عمران بے اختیار اچھل پڑا یقیناً
اس کے ساتھیوں کے ہلاک کئے جانے کا ذکر ہو رہا
تھا۔ وہ بے چین ہو گیا۔ پراجیکٹ کی طرف روانگی کے
بعد اسے اپنے ساتھیوں کے بارے میں یہ دوسری اطلاع
ملی تھی اور وہ دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ پہلی اطلاع
کی طرح خدا کرے یہ اطلاع بھی غلط ثابت ہو۔ اس اطلاع
سے کم از کم اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ صفدر تنویر خاں اور
چوہان ان پہاڑیوں تک پہنچ گئے تھے۔

مہاجر نے ٹرانسمیٹر آف گیا اور عمران دبے پاؤں واپس
چل دیا۔ جیب کے پاس پہنچ کر اس نے اپنے قیدی
مہاجر اور ناصر کو اپنے قیدی مہاجر اور ناصر کو اپنے ساتھ آنے
کی ہدایت کی۔ وہ دونوں جیب سے اترے اور عمران
نے ریوالور نکال کر مہاجر پر تان لیا۔ ناصر نے اس کی
تقلید کی۔ عمران انہیں وہاں سے چند قدم آگے ایک چٹان
کی آڑ میں لاپا اور اس نے مہاجر کو وردی اتارنے کا
حکم دیا۔ مہاجر نے وردی اتاری اور عمران نے اپنے جسم

سے انسپکٹر کی وردی اتار کر اس کی وردی پہن لی۔
”کیا میجر نٹور سنگھ تمہیں پہچانتا ہے“
عمران نے اس سے پوچھا

”نہیں۔ وہ دوسری رجمنٹ میں ہے۔ میں نے
بھی صرف اس کا نام ہی سنا ہے۔“ مہاجر نے کہا
عمران نے ناصر کو اشارہ کیا اور ناصر نے عقب
سے ریوالور کا دستہ مہاجر کے سر پر رسید کیا۔ وہ کراہتا ہوا
گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ عمران نے خاموش ریوالور سے
اس کے سر میں فائر کیا پھر ناصر کے ساتھ واپس جیب
کی طرف آیا۔ اس نے کیپٹن بابر اور جو لیا کو اشارہ کیا
اور وہ جیب سے اتر آئے۔ عمران نے انہیں مختصر ہدایات
دیں اور ان کے ساتھ اس چٹان کی طرف بڑھا۔ جس کی
دوسری جانب چھو لہاری تھی۔ چٹان کے پاس پہنچ کر وہ
تینوں تورک گئے۔ اور عمران چٹان کی آڑ سے نکل کر
مہاجر نٹور سنگھ کی طرف بڑھا۔

مہاجر اور اس کے ماتحتوں نے چونک کر اس کی طرف
دیکھا۔ عمران اطمینان سے چلتا ہوا مہاجر کے پاس پہنچا۔
ہیلو میجر نٹور۔ کیسے ہو۔۔۔ اس نے مہاجر
نٹور کی طرف ہاتھ بڑھایا جو حیرت سے اسے دیکھ

رہا تھا۔
 میجر نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ عمران نے سکرا کر کہا: ”میں میجر سریندر ہوں۔“
 ”اوہ — آئی سی — میجر نٹور مسکرایا۔“
 میں نے کچھ دیر پہلے سنا تھا کہ تم نے کاپڑ تباہ کرنے والے جاسوسوں کو گرفتار کر لیا ہے۔“
 ”ہاں — مگر تمہیں کس نے اطلاع دی —؟“ عمران نے حیرت کا اظہار کیا۔

”تمہارے کیمپ انچارج نے ہمارے کمپنی کمانڈر کو اطلاع دی تھی اور کمانڈر نے مجھے بتایا تھا۔“ میجر نٹور نے کہا۔

عمران سمجھ گیا۔ میجر سریندر نے اس کے حکم پر جو کال کی تھی اسے ریسیدو کرنے والے نے میجر سریندر کے انچارج کو اطلاع دی ہوگی یا پھر انچارج بھی ان گاڑیوں میں سے کسی ایک میں اس طرف آیا ہوگا۔

”خیر — یہ کوئی اتنا بڑا کارنامہ نہیں ہے جس پر میں فخر کر سکوں۔ میں ایک ذاتی کام کے سلسلے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔“ عمران طویل سانس لیتا ہوا بولا
 ”ذرا میرے ساتھ آؤ۔“

میجر نٹور چونکا مگر خاموشی سے عمران کے ساتھ چل رہا۔ عمران کا رنج اس چٹان کی طرف تھا جس کے عقب میں اس کے ساتھی موجود تھے۔

چٹان کی آڑ میں پہنچ کر میجر نے اس کے ساتھیوں کو دیکھا اور بے اختیار اچھل پڑا کیونکہ وہ سادہ لباس میں تھے مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا، عمران نے ریوالور نکال کر اس کے سینے سے لگا دیا۔ کیپٹن بابر تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے ریوالور میجر کی کمر سے لگا دیا۔

”مم — میں سمجھا نہیں میجر سریندر — وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

”سنو پیارے — ہم وہی چلوں ہیں۔“
 عمران سخت لہجے میں بولا۔ ”اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو ہمارے ساتھ تعاون کرو، ورنہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے اپنے ساتھیوں سے کسی مدد کی توقع مت رکھنا۔ ہاتھ بلند کر کے واپس چلو۔“

میجر نے گھبرا کر ہاتھ بلند کئے اور واپس چل دیا۔ عمران اس کی کمر سے ریوالور لگائے چٹان کی آڑ سے نکلا تو میجر کے ہاتھ بلند دیکھ کر چاروں فوجی تیزی سے کھڑے ہو گئے۔
 ”انہیں ہتھیار پھینک کر ہاتھ بلند کرنے کا حکم دو۔“

عمران نے حکمانہ لمبے میں میجر سے کہا۔
 میجر نے اپنے ماتحتوں کو حکم دیا اور انہوں نے اسٹین گنیں
 زمین پر ڈال کر ہاتھ بلند کرنے۔ تب عمران کے ساتھی چٹان
 کی آڑ سے نکلے اور انہوں نے فوجیوں پر رپو الورتان لئے
 عمران نے انہیں مخصوص اشارہ کیا اور وہ فوجیوں کے عقب
 میں پہنچ گئے۔ پھر انہوں نے بیک وقت اپنے اپنے رپو الورتان
 کا دستہ فوجیوں کے سر پر رسید کیا اور تینوں فوجی کراہتے
 ہوئے گر گئے۔ جو تھا بول کھلا کر پٹاڑی تھا کہ کیپٹن بابر نے
 پھرتی سے اس کے سر پر بھی ضرب لگا دی۔ ان چاروں
 کے بے ہوش ہوئے پر عمران نے میجر نٹور کے سر پر رپو الورتان
 کا دستہ رسید کیا اور وہ بھی گر کر بے ہوش ہوتا چلا گیا۔
 اس کے دو منٹ بعد وہ چاروں فوجیوں کی وردیوں
 میں نظر آ رہے تھے۔ عمران نے میجر نٹور کی وردی پہنچی۔
 پھر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار رہنے کا حکم دے کر اس نے
 گیس ٹیمپ چھولداری سے اتارا اور میز پر لا کر رکھ دیا۔
 اس کے بعد اس نے میک اپ نکالا ہی تھا کہ اسے صفدر
 وغیرہ کا خیال آگیا۔ اس نے فوراً واپس ٹرانسمیٹر آن کیا،
 اور صفدر کو کال کرنے لگا۔

”ہیلو صفدر — عمران کالنگ — اور —“

”نہویر، کیپٹن بابر اور ناصر تین اطراف میں وہاں سے
 چند گزوں کے فاصلے پر ہوشیار کھڑے تھے اور عمران کی
 آواز سن رہے تھے۔“

”یس عمران صاحب — صفدر اینڈنگ —
 اور —“ دو تین لمحوں بعد صفدر کی آواز ٹرانسمیٹر سے
 خارج ہوئی۔

”کیا تم خود بول رہے ہو؟ یا تمہاری روح بول رہی ہے؟“
 عمران نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے پوچھا۔

”کیا مطلب —؟“ صفدر نے حیرت سے پوچھا
 ”یہ روح کہاں سے ٹپک پڑی —؟“

”میں نے تو یہی سنا تھا کہ تم چاروں ٹائیک ناگر کے
 ہاتھوں مارے گئے ہو —“ عمران نے مسکرا کر
 کہا۔

”اوہ — وہ — اس نے پھر بے حکم پر ہی
 اپنے کیپٹن انچارج میجر نٹور کو یہ اطلاع دی تھی؟“
 صفدر بولا۔ ”البتہ آپ لوگوں کے بارے میں
 کچھ دیر قبل میجر نے ٹائیک ناگرتا تھا کہ آپ گرفتار
 ہو گئے ہیں۔“

”اسے میں تو پہلے ہی جو بیا کی محبت میں گرفتار ہوں

پہلے میں تھا۔
جولیانے اس کی بات سنی اور جبریلے بھینچ کر رہ گئی
عمران نے صغدر سے ان کے حالات و سچوٹیشن پوچھی
پھر اسے پراجیکٹ میں داخل ہونے کے سلسلے میں ہدایات
دینے کے بعد اس نے واپس ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ اس
وقت صغدر اور اس کے ساتھی پراجیکٹ کی شمالی سمت
میں تھے جبکہ عمران اور اس کے ہمراہی مغربی جانب تھے اس
نے میک آپ بکس کھولا اور لمپ کی روشنی میں میک آپ
کرنے لگا۔

سے بات کرنے کے بعد صفدر اور
عمر الہی نے اس کے سامتی مطمئن ہو گئے۔
صفدر نے تنویر اور خاور کو غار کے باہر نگرانی کرنے کے
لئے کہا اور وہ دونوں غار سے نکل گئے۔ تب صفدر نے
میک اپ کمبیس نکالا اور نائیک ناگر کے پاس بیٹھ کر
اپنے چہرے پر نیا میک اپ کرنے لگا۔ بیس منٹ بعد
وہ فارغ ہوا اور اس نے نائیک کی وردی آمار کر پہن
لی۔ اب وہ نائیک کا ہم شکل نظر آ رہا تھا۔ چوہان نے
تنقید ہی نہ کی ہوں سے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔
نائیک اور صفدر کے چہرے میں کوئی فرق نظر نہ آ رہا تھا۔

صفدر نے نائیک کی کنپٹی پر بے آواز رویا اور کانائز کر کے اسے دوسری دنیا میں پہنچایا اور جہان کے ساتھ غار سے نکل آیا باہر تنویر اور خاور کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ صفدر نے اسہیں ساتھ لیا اس بڑی چٹان کی طرف بڑھ گیا جس کے عقب میں پراجیکٹ کی روشنیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ چٹان کی دوسری جانب پہنچنے پر پراجیکٹ مکمل ان کے سامنے تھا۔ پراجیکٹ میں چند وسیع و سرلیض عمارتوں کے علاوہ ایک ہموار میدان نظر آ رہا تھا۔ اس میدان میں چند جدید قسم کے میزائل ٹارگٹ پوائنٹ نصب کئے جا رہے تھے۔ تقریباً چالیس افراد تیز روشنیوں میں کام کر رہے تھے۔ بائیں جانب دو ہیل کا پٹر کھڑے تھے۔ پراجیکٹ کے گرد خاردار تاروں کی باڑ نظر آرہی تھی۔ معزنی جانب باڑ میں ایک گیٹ تھا جہاں پانچ چھ فوجی موجود تھے جبکہ پندرہ سولہ فوجی میدان میں ادھر ادھر ٹھہرے تھے۔ باڑ سے ورکنگ پوائنٹ کا فاصلہ بیس گز سے زیاوہ نہ تھا صفدر اور ان کے ساتھیوں کو اسی جگہ پہنچنا تھا اور اس کے لئے اسہیں گیٹ کی طرف سے اندر داخل ہونا تھا۔

چند لمحوں تک وہاں کا جائزہ لینے کے بعد صفدر اور

اس کے ساتھی چٹان کی آڑ میں آئے۔ درمیانم بموں پر ایک گھنٹے کا وقت سیٹ کر لو۔ صفدر نے ان سے کہا۔ اور خود بھی پنڈلی سے بندھی جھپٹی کھول لی۔ اس میں چار انتہائی طاقتور، مگر ماچس کی ڈبیا کی جسامت کے ٹائم بم موجود تھے۔ اسہوں نے ٹائم بموں پر ایک گھنٹہ بعد کا وقت سیٹ کیا اور بم جیوں میں رکھ دیئے۔ چند لمحوں بعد وہ چاروں چٹان کی آڑ سے نکلے اور باڑ کے ساتھ ساتھ داخل گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ وہاں سے گیٹ کا فاصلہ تقریباً پچاس گز تھا۔ تقریباً نصف فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ ایک جیب گیٹ سے اندر داخل ہوتی دکھائی دی۔

صفدر رُک کر جیب کی طرف دیکھنے لگا۔ جیب پراجیکٹ کی ایک عمارت کے پاس جا رہی تھی۔ تب صفدر نے اپنا راکٹ پشٹ نکالا اور ایک بڑے سے ٹھوکی آڑ میں ہو کر ہیل پڈ پر کھڑے ایک ہیلی کاپٹر کا نشانہ لینے ہوئے ٹارگٹ کر دیا۔ پشٹ سے نکلنے والا راکٹ ہیلی کاپٹر سے ٹکرا یا۔ اگلے ہی لمحے ایک دھماکہ ہوا اور ہیلی کاپٹر کے پر ٹچے اڑ گئے۔

فوراً ہی پراجیکٹ میں خطرے کے سائرن چننے لگے میدان میں موجود ہزاروں فوجیوں میں افراتفری پھیل گئی اور وہ نباہ

شدہ ہیل کا پٹر کی طرف دوڑ پڑے۔ صفدر تیزی سے اٹھا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ گیٹ کی طرف دوڑنے لگا۔ گیٹ پر اب کوئی محافظ موجود نہ تھا۔ ارد گرد کی پہاڑیوں اور چٹانوں کی طرف سے بھی کچھ فوجی دوڑتے ہوئے اندر داخل ہو رہے تھے۔ صفدر اور اس کے ساتھی دوڑتے ہوئے گیٹ سے اندر داخل ہوئے اور ورکنگ پوائنٹ کی طرف بڑھتے ہوئے چلے گئے جو ہیل کا پٹر سے صرف دس قدم کے فاصلے پر تھا۔

اس انفرتاری میں کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہ ہوا اور وہ پھیل کر آن مشینوں کی طرف پہنچ گئے جو وہاں نصب کی جا رہی تھیں۔ مشینوں کے پاس سے گزرتے ہوئے انہوں نے جیبوں سے اوور ٹائم بم نکال کر مشینوں کے نیچے پھینکے اور دوڑ کر تباہ شدہ ہیل کا پٹر کے پاس پہنچ گئے۔ سائرن خاموش ہو چکا تھا۔ کچھ فوجی ادھر ادھر چل رہے تھے۔ صفدر اور اس کے ساتھی ایک۔ عمارت کی طرف بڑھے۔ عمارت کے برآمدے میں یا باہر کوئی محافظ موجود نہ تھا۔

وہ اطمینان سے اندر داخل ہو گئے۔ طویل راہداری میں کئی بڑے بڑے کمرے تھے جن سے مشینوں کے چلنے کا شور

ابھر رہا تھا راہداری میں کوئی محافظ نہ تھا۔ انہوں نے بند دروازوں کے نیچے سے ٹائم بم اندر سرکائے اور واپس چل دیئے۔ وہ باہر نکلے ہی تھے کہ ایک فوجی افسر کی جیب احاطے میں داخل ہوئی اور تباہ شدہ ہیل کا پٹر کے قریب رک گئی۔ اس سے ایک جنرل اور چند سپاہی اترے۔ جنرل نے چیختی ہوئی آواز میں وہاں موجود محافظوں سے کہا۔

”دشمن ہمارے آدمیوں کی وردی میں اندر گھس آئے ہیں۔ انہیں تلاش کرو۔ ان کے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے۔“

اس اطلاع پر پراجیکٹ کے محافظوں اور باہر سکنے والے فوجیوں میں ایک بار پھر انفرتاری مچ گئی اور وہ ادھر ادھر پھیلنے چلے گئے۔ یہ صورت حال خامی تشویش ناک تھی۔ پراجیکٹ کے احاطے میں تیز روشنیاں جل رہی تھیں اور ان کی وردیاں دیکھ کر کوئی بھی انہیں پہچان سکتا تھا کہ وہ نائیک مائکرو کیونٹس کے سپاہی ہیں۔ پھر اگر نائیک اور اس کے ساتھیوں کے ہلاک ہونے کا جہد کھل چکا تھا تو صفدر کو باآسانی گرفتار کیا جاسکتا تھا۔

عمران کے ویجے گئے پروگرام کے مطابق انہیں ٹائم بم سیٹ کرنے کے بعد فوراً وہاں سے نکل جانا تھا لیکن ان

حالات میں کہ تمام محافظہ پراجیکٹ کے اندر مجرموں کو تلاش کر رہے تھے انہیں گیٹ کی طرف بڑھتا دیکھ کر ان پر رشک کیا جاسکتا تھا۔

جنرل اور اس کے ساتھ آنے والے محافظہ جیپ کے پاس اسی رُکے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک اور جیپ گیٹ سے اندر داخل ہوئی اور جنرل کی جیپ کے پیچھے آکر رُک کر اس میں سے ایک کرنل اور چار فوجی اترے۔ انہوں نے جنرل کو سلام کیا۔ پھر کرنل نے جنرل سے کوئی بات کی۔ صفدر تنویر، خاور اور چوہان تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھے۔ ٹھیک اسی لمحے کرنل نے پلٹ کر گیٹ پر موجود محافظوں کو حکم دیا۔

”گیٹ بند کر دو۔ مجرموں کو پکڑے جانے تک کوئی باہر نہ جانے پائے۔“

اس کا حکم سن کر صفدر ٹھٹھک کر رُک گیا اور گیٹ کی طرف جانے کی بجائے دائیں جانب مڑ گیا۔ تنویر، خاور اور چوہان نے اس کی تقلید کی گیٹ بند کر دیا گیا اور صفدر اور اس کے ساتھی پریشان ہو کر رہ گئے۔ گیٹ کے سوا، پراجیکٹ کے احاطے سے نکلنے کا کوئی اور راستہ نہ تھا جبکہ خاور دارتالوں کی باڑ پھیلا بگٹنے کی صورت میں، ان پر رشک

کیا جاتا۔ وہ بُری طرح پھنس گئے تھے۔ صفدر تیزی سے سوومح ہر ہاتھاکر وہاں سے کیسے نکل جائے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دائیں جانب میدان کے سرے پر واقع پاور ہاؤس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تلاش کرنے والے۔ فوجی اس جانب توجہ نہیں دے رہے تھے اور بیشتر عمارتوں میں داخل ہو چکے تھے۔ پاور ہاؤس کے بائیں جانب بانی کی بلند ٹینکی نظر آرہی تھی جس کے نیچے ایک کوٹھڑی بنی ہوئی تھی اور وہاں کوئی محافظ نظر نہ آ رہا تھا۔ صفدر نے وہاں سے باڑ پھیلا بگٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ لیکن ابھی وہ باڑ سے پیچھے ہی تھے کہ اچانک صفدر کی واتح پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور چلتے چلتے واتح ٹرانسمیٹر آن کر دیا فوراً ہی، واتح ٹرانسمیٹر سے عمران کی آواز ابھرنے لگی۔

جولیا ناصراور کیپٹن بابر عقب میں بیٹھتے۔ جولیا کے جسم پر فوجی وردی ڈھیلی تھی اور اس کے بال ٹوپی میں چھپ گئے تھے۔

عمران نے کسی خیال کے تحت کیپٹن بابر سے کہا۔
 ”کیپٹن — جولیا کی بھی مونچھیں ہونی چاہئیں۔
 کیا تم اپنی مونچھیں اسے گفٹ کر سکتے ہو۔“
 ”کیا مطلب —“ کیپٹن بابر نے جبر سے کہا۔
 ”اپنی مونچھیں جولیا کو لگا دو تاکہ یہ مرد نظر نہ آئے۔“
 عمران بولا۔ ”خدا تمہیں اور دے گا۔“

کیپٹن بابر اس کا مطلب سمجھ کر مسکرایا پھر اس نے اپنی مصنوعی مونچھیں اتار کر جولیا کے چہرے پر لگا دیں۔ اب وہ مرد نظر آرہی تھی۔ گھسنی مونچھوں کے نیچے اس کے تیلے ہونٹ چھپ گئے تھے۔ جیب ہموار راستے پر دوڑتی ہوئی ایک چھوٹی سی وادی کے پاس پہنچی۔ اس وادی میں بلیک پراجیکٹ نظر آ رہا تھا عمران نے ایک چٹان کی آڑ میں جیب روک لی تھی کہ ایک دھماکا سنائی دیا۔ یقیناً یہ دھماکا اس کی ہدایت کے مطابق صفدر نے کیا تھا۔ اس نے چٹان کی آڑ سے جیب نکالی اور پراجیکٹ کی طرف بڑھا۔ پراجیکٹ میں افراتفری مچی ہوئی تھی اور

کوہدایات دینے کے بعد عمران مسلمین ہو
 صفدر گیا تھا۔ اپنے چہرے پر میجر ہٹور سنگھ کا
 میک اپ کرنے کے بعد اس نے میجر کی وردی پہنی۔
 اس کی ہدایت پر جولیا، کیپٹن بابر اور ناصر پہلے ہی
 میجر کے ماتحتوں کی وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ عمران نے
 انہیں روانگی کا اشارہ کیا اور ان کے ساتھ چھو لاری کے
 پہلو میں کھڑی جیب کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جیب میں
 بیٹھے — عمران نے اسٹیزنگ سنبھالا اور انجن،
 اشارت کر کے جیب پراجیکٹ کی طرف جانے والے
 راستے پر ڈال دی۔

سائرن چیخ رہے تھے۔ چند لمحوں بعد جیپ احاطے کے گیٹ پر پہنچی اور اندر داخل ہو گئی۔ گیٹ پر اس وقت کوئی نہ تھا۔ سب لوگ تباہ شدہ ہیلی کاپٹر کے گرد جمع تھے۔ عمران نے جیپ ایک عمارت کے برآمدے کے سامنے جا روکی۔ انجن بند کر کے وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جیپ سے اترے اور برآمدے میں داخل ہو گیا۔

برآمدے میں کوئی نہ تھا آگے ایک طویل راہداری تھی۔ اس میں متعدد کمرے تھے اور راہداری سنسان، پڑی تھی جبکہ کئی کمروں کے دروازے کھلے تھے لیکن ان میں کوئی آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ شاید وہاں کام کرنے والے دھماکہ سننے ہی باہر دوڑ گئے تھے عمران نے اپنے ساتھیوں کو آہستہ آواز میں ہدایت دی اور وہ اپنے لباسوں میں جیسے ہوئے ڈبیا ٹائٹم بم نکال کر ان پر ایک گھنٹے کا وقت سیٹ کرتے ہوئے مختلف کمروں میں ڈالتے گئے۔ دو منٹ بعد وہ واپس چل دیئے۔ عمارت سے باہر آ کر وہ قریبی عمارت کی طرف چل دیئے۔ جو یہی وہ آس تھا جس میں داخل ہوئے گیٹ سے ایک جیپ اندر آئی دکھائی دی عمران اور اس کے ساتھی راہداری میں داخل ہو گئے۔ اس عمارت میں انتظامیہ کے دفاتر تھے۔ مختلف کمروں کے

درفانوں پر عہدیداروں کی نیم پلیٹیں دکھائی دے رہی تھیں مگر تمام کمرے بند تھے اور راہداری میں بھی کوئی نہ تھا۔

وہاں بھی انہوں نے ٹائٹم بم سیٹ کیئے۔ پھر وہ عمارت سے نکلنے کے لئے برآمدے میں داخل ہوئے، یہی جگہ کہ ایک جیپ کے پاس کھڑے چند فوجیوں میں سے ایک نے بلند آواز میں گیٹ بند کرنے کا حکم دیا اور گیٹ پر موجود محافظوں نے گیٹ بند کر دیا۔ اس پر عمران فکر مند ہو گیا۔ ان کا کام ختم ہو چکا تھا اور انہوں نے اب پراجیکٹ سے باہر جانا تھا لیکن گیٹ بند کر دیا گیا تھا اور کسی کو باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔

ایک لمحہ سوچنے کے بعد وہ واپس راہداری میں آ گیا۔ جولیا، کیٹین باہر اور ناصر ساتھ تھے۔ راہداری میں آ کر اس نے واضح ٹرانسمیٹر آن کیا اور صفدر کو کال کرنے لگا۔ کیٹین باہر دیوار کی آڑ سے برآمدے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”ہیلو صفدر۔۔۔ عمران کالنگ۔ اور۔۔۔“
عمران بولا۔

”میں عمران صاحب۔۔۔ صفدر، ٹینڈنگ اور۔۔۔“

— ”ایک دو لمحوں بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔
”کس پوزیشن میں ہو پایا ہے۔“ عمران نے
مسکرا کر پوچھا۔

جواب میں صفدر نے اپنی کارکردگی اور پوزیشن کی
وضاحت کی۔ ساتھ ہی جنرل اور کرنل کے احکامات
بھی دہرائے۔

”باڑ پھلانگنے کی ضرورت نہیں۔ ہو سکتا ہے تاروں
میں برقی رد و موجود ہو۔ پھر ہم نے واپس بھی اکٹھے جانا
ہے۔“ عمران بولا۔ ”اگر تم میری ہدایت پر عمل کرو تو
من کی مراد پاؤ گے اور تنویر بھی شادی کے لئے زندہ رہے
گا۔“

”حکم کریں۔“ صفدر نے ہنستے کہا۔

اور عمران اُسے ہدایات دینے لگا۔ چند لمحوں بعد اس
نے ٹرانسمیٹر آف کیا ہی تھا کہ کیشن باہر نے جلدی سے کہا۔
”ہوشیار۔۔۔ دو فوجی ادھر آ رہے ہیں۔“

عمران نے تیزی سے باہر جانکا۔ دو فوجی برآمدے
کے پاس پہنچ چکے تھے۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو وہیں
رکھنے کا اشارہ کیا اور راہداری سے نکل کر برآمدے میں
آگیا۔ دونوں فوجی بھی برآمدے میں داخل ہوئے مگر

عمران کو دیکھ کر وہ رک گئے۔

”ادھر کوئی نہیں ہے۔ میں تے جائزہ لے لیتا ہے۔“
عمران جلدی سے بولا۔ ”تم میزائل ورکشاپ چیک کرو۔
یقیناً وہ ادھر ہی چھپے ہوئے ہوں گے۔“

وہ عام سپاہی تھے جبکہ عمران میجر کی وردی میں تھا۔ وہ
اس کا حکم پا کر فوراً واپس چل دیئے۔ عمران تباہ شدہ
ہیلی کاپٹر کے قریب کھڑی جیبوں کی طرف دیکھنے لگا۔
وہاں اب صرف دو فوجی آفسیئر تھے جو کرنل اور جنرل
ہی ہو سکتے تھے۔ دوسرا ہیلی کاپٹر تباہ شدہ کاپٹر سے
ہندہ گز کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

صفدر کو کال کرنے کے دو منٹ بعد ہی ایک زوردار
اصما کے سے وہاں گہری تاریکی پھیلتی چلی گئی۔ یقیناً صفدر
نے پاور ہاؤس پر راکٹ فائر کر کے اُسے تباہ کر ڈالا تھا۔
”آؤ۔۔۔“ عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا۔
وہ آگے بڑھے اور عمران ان کے ساتھ برآمدے سے
ہر نکل آیا۔ باہر گہری تاریکی میں لوگ سیاہ ہونوں کی مانند
لکھائی دے رہے تھے۔ وہ ادھر ادھر مبالغہ رہتے تھے۔
ان اور اس کے ساتھیوں کا رخ ہیلی کاپٹر کی طرف تھا۔
دو لمحوں بعد عمارتوں کے قریب تین چار ٹنا چس روشن

ہو گئیں۔ جیب کے پاس کٹرل جینز چنیتی ہوئی
آواز میں احکامات جاری کر رہا تھا۔ اب وہ وہاں تنہا
ہی کھڑا تھا اور کٹرل غائب تھا۔

رہسپور کرنے کے بعد صفدر تنویر، غاویہ
کالے اور چوہان کو دایس چلنے کا اشارہ کیا
اور ان کے ساتھ دایس جانب کھڑے فوجی ٹرکوں کی طرف
چل دیا۔ وہاں ٹرکوں کے علاوہ چند جیپ بھی موجود
تھیں ٹرکوں پر اینٹی ایئر کرافٹ گنز نصب تھیں لیکن
وہاں کوئی فوجی نظر نہ آ رہا تھا۔ ٹرکوں کی دوسری جانب
احاطے کا گیٹ واقع تھا۔

ایک ڈیڑھ منٹ میں وہ ٹرکوں کے قریب جا پہنچے
صفدر نے ادھر ادھر دیکھا۔ پھر ایک ٹرک کی آرمیں
بیٹھ کر اس نے جیب سے راکٹ پشیل نکالا اور اس کا

رُخ پاؤں باؤس میں نظر آنے والے واحد جہز بڑی طرف
کر کے فائر کر دیا۔ پشیل سے سکار شماراکٹ خارج ہوا اور
جہز بڑے جانکرا۔ اگلے ہی لمحے ایک خوفناک دھماکا ہوا
اور طرف گہری تاریکی چھا گئی۔

”آؤ۔۔۔ آؤ اٹھ کر تیزی سے بولا۔

اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس جانب بڑھتے لگا،
جدھر ایک ہیل کا پٹر کھڑا تھا۔ فوجی ادھر ادھر سے بھاگتے پھر
رہے تھے۔ چند لمحوں بعد ادھر ادھر سے چند مارچیں روشن
ہو گئیں لیکن ان کی روشنی اتنے بڑے احاطے کے لئے نا کافی
تھی۔ وہ تیزی سے ہیل کا پٹر کے عقب کی طرف بڑھ رہے
تھے۔ وہ ہیل کا پٹر کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اچانک کا پٹر
کی آڑ سے ایک فوجی نکل کر ان کے سامنے آگیا۔ وہ کرنل
تھا۔ وہ چاروں ٹھٹھک کر رک گئے۔

”ادھر کہاں جا رہے ہو۔۔۔“ کرنل نے حکمانہ لہجے
صفر سے پوچھا جو سب سے آگے تھا۔

”مجھوں کو تلاش کر رہے ہیں سر۔۔۔“ صفر نے
مودبانہ لہجے میں کہا۔

”تمہاری اسٹین گنوں پر مارچیں نصب ہیں۔ روشن
کیوں نہیں کیں۔۔۔“ کرنل غصے سے بولا۔

اس کے سوال پر سٹپٹا گیا۔ اسی لمحہ صفر کے
صفر اور عقب میں کھڑے تنویر نے جیب سے بے
آواز یو اور نکالا اور کرنل کے سر پر فائر کر دیا۔ کرنل چیخے
بغیر منہ کے بل زمین پر آ رہا اور وہ چاروں آگے بڑھ گئے۔
ہیل کا پٹر کے پہلو میں پہنچ کر صفر دروازہ کھولا اور ساتھیوں
کو سوار ہونے کا اشارہ کیا۔ وہ تینوں کا پٹر میں سوار ہو
گئے۔ صفر بھی اندر آگیا۔ اور دروازہ کھلا رہنے دیا وہ
نشستوں کی بجائے کا پٹر کے فرش پر بیٹھ گئے۔ صفر
نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ چار افراد دوسری جانب سے کا پٹر
کے قریب پہنچ چکے تھے۔ صفر نے اس جانب کا دروازہ
کھول دیا۔

وہ چاروں ایک ایک کر کے کا پٹر میں سوار ہو گئے۔
چوتھے آدمی نے پائلٹ سیٹ پر بیٹھ کر دروازہ بند کیا
اور کا پٹر کا انجن اشارت کر دیا۔ اسی لمحے جیب کے پاس
کھڑا جنرل ان کی طرف دوڑ پڑا۔ اس سے پہلے کہ وہ قریب
پہنچتا، پائلٹ جو کہ عمران ہی تھا منہ کا پٹر فضا میں بلند
کر دیا۔ نیچے موجود فوجیوں کی مارچوں کا رخ کا پٹر کی طرف
ہو گیا۔۔۔ دوڑتے بھاگتے فوجی رک کر کا پٹر کی طرف
دیکھنے لگے تھے۔

عمران نے بندی پر پہنچ کر کا پٹر کا رخ ایک
 عمران : طرف کر دیا اور رفتار بڑھانے لگا۔ اسی
 لمحے نیچے سے فوجیوں کی اسٹین گنیں۔ شعلے اگلنے لگیں
 لیکن کا پٹر گولیوں کی رینج سے باہر تھا۔ چند لمحوں بعد
 وہ بلیک پراجیکٹ سے دو میل کے فاصلے پر پہنچ چکے تھے۔
 عمران کے ساتھی نشستوں پر بیٹھے نیچے دیکھ رہے تھے۔
 کا پٹر میں زیادہ دیر سفر کرنا خطرناک تھا چنانچہ عمران
 نے پہاڑی علاقہ سے باہر آ کر کا پٹر چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا
 چند لمحوں بعد وہ پہاڑیوں سے کافی دور نکل آئے۔
 ٹھیک اسی لمحے بائیں جانب سے فضا میں دو جگنو،
 چلے اور تیزی سے قریب آتے چلے گئے۔ ساتھ ہی ان کی
 روشنی بڑھتی چلی گئی۔ وہ دراصل بمبار طیارے
 تھے۔ جلد ہی وہ قریب آ پہنچے۔ عمران نے اپنے ساتھیوں
 کو ہوشیار رہنے کا حکم دیا۔ اسی لمحے ایک طیارہ ان
 پر گولیاں برساتا ہوا ان کے اوپر سے گزر گیا۔ دوسرا
 کچھ فاصلے سے گزرا تھا۔ کا پٹر کو ایک جھٹکا لگا اور وہ دگمگاتا
 ہوا زمین کی طرف بڑھا۔ شاید گولیوں سے اسے نقصان
 پہنچا تھا۔
 عمران نے تیزی سے اسے کنٹرول کیا اور احتیاط سے

زمین پر اتار لیا۔ زمین پر پہنچتے ہی عمران اور اس
 کے ساتھی کا پٹر سے اترے اور عمران کے ساتھ دائیں
 جانب دوڑ پڑے۔ چند قدم کے فاصلے پر پہنچ کر عمران
 نے جیب سے راکٹ پشیل نکالا اور کا پٹر پر فائر کر دیا۔
 اگلے ہی لمحے دھماکے سے کا پٹر کے پر ٹپے اڑ گئے۔ وہ اپنے
 ساتھیوں کے ہمراہ دوبارہ دائیں جانب دوڑنے لگا۔ اس
 طرف درختوں کا ایک سلسلہ نظر آ رہا تھا جو دائیں سے
 بائیں پھیلا ہوا تھا۔ چند لمحوں میں وہ درختوں کے پاس پہنچ
 ہی تھے کہ بمبار طیاروں کا شور سنائی دینے لگا۔ عمران نے
 اس طرف دیکھا۔ طیارے والیس آرہے تھے۔ وہ تیزی
 سے درختوں میں گھس گئے۔ طیاروں کا رخ چلتے ہوئے
 کا پٹر کی طرف تھا۔ ایک دو لمحوں بعد وہ کا پٹر کے اوپر سے
 گزر گئے۔ عمران اپنے ساتھیوں کے ہمراہ درختوں کی دوسری
 جانب پہنچا تو آگے ایک منہر تھی جس کا پاٹ کافی چوڑا
 تھا۔ سچانے وہ گنتی گہری تھی۔ وہ اس کی پٹری پر جنوب
 کی طرف چلنے لگے۔ عمران کسی پل سے منہر عبور کرنا چاہتا تھا۔
 ابھی انہوں نے ایک فلائنگ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ
 ہیلی کاپٹروں کا شور سنائی دینے لگا۔ انہوں نے رُک کر
 اوپر دیکھا۔ منہر کی دوسری جانب سے فضا میں پرواز کرتے

کا پٹر دکھائی دے رہے تھے اور پر نصب سرج لائٹیں ،
روشن تھیں۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور
وہ نہر کی پٹری سے اتر کر درختوں کی آڑ میں ہو گئے۔ تقریباً
ایک منٹ بعد کا پٹر ان سے پندرہ بیس گز کے فاصلے پر
سے گزر کر تباہ شدہ تباہ شدہ کا پٹر کی طرف چلے گئے تو وہ
درختوں کی آڑ سے نکل آئے اور پٹری پر آ کر تیزی سے قدم
اٹھاتے لگے عمران جانتا تھا کہ تباہ شدہ کا پٹر میں لاشیں نہ
ملنے پر دونوں کا پٹر اسہیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔
اس لئے وہ جلد از جلد اس علاقے سے دور پہنچ جانا چاہتے
تھے۔ کا پٹروں کا شور معدوم ہو گیا تھا۔ پابنخ منٹ بعد وہ
ایک جھوٹے سے پل پر پہنچے اور پل عبور کر کے دوسری جانب
کی پٹری سے اتر گئے۔ پٹری کے ساتھ پھیلے ہوئے درختوں کی
دوسری جانب کھیتوں کے سلسلے تھے۔ وہ کھیتوں میں سفر
کرنے لگے۔ اسی لمحے کا پٹروں کا شور پھر سنائی دینے لگا۔ وہ
شور عقب سے آجھرا رہا تھا۔ یقیناً کا پٹر اسہیں تلاش ،
کرنے لگے تھے۔ کا پٹروں کی آواز اندازہ ہوتا تھا کہ وہ نہر
کی طرف ہی آ رہے تھے۔

وہ رُکے نہیں چلتے رہے۔ چند لمحوں بعد کا پٹر دائیں
جانب کی فضا میں تقریباً نصف فرلانگ دور نہر سے

گزرے دکھائی دیئے کچھ دور جانے کے بعد دونوں کا پٹر
پلٹے اور ان کی طرف آنے لگے۔ یہ دیکھ کر عمران اپنے
ساتھیوں کو اشارہ کرتا ہوا قریبی کھیت میں آگے قدم
آدم فصل میں گھس گیا دوسروں نے اس کی تقلید کی۔ وہ
کھیت میں بیٹھ گئے۔ چند لمحوں بعد کا پٹر روشنیاں پھینکتے
آن کے اوپر سے گزر کر نہر کی طرف چلے گئے۔

اور اس کے ساتھی کھیت سے نکلے اور
عمران اور سیکٹنڈری پر چلنے لگے۔ اس وقت عمران
یا دوسروں کو کچھ علم نہ تھا کہ وہ کس علاقے میں سفر کر
رہے تھے۔ تقریباً نصف گھنٹہ بعد وہ ایک باغ کے پاس
پہنچے تو عمران رُک گیا۔
”کیا بات ہے۔۔۔ رُک کیوں گئے۔۔۔“ تنویر
نے پوچھا۔

”چند منٹ آرام کر لو۔۔۔“ عمران نے سنجیدہ
لہجے میں کہا۔

وہ لوگ زمین پر بیٹھ گئے سب کو بھوک محسوس
ہو رہی تھی۔ انہوں نے باغ سے سیب توڑے اور کھانے
لگے۔ عمران پینیل اور مارچ کی روشنی میں نقشہ دیکھ
رہا تھا۔ مگر اس نقشہ سے اسے کچھ اندازہ نہ ہوا کہ وہ کہاں

پر ہیں۔ دس منٹ کے بعد وہ لوگ دوبارہ چل پڑے۔
سیب کھانے سے اُن میں کچھ توانائی آگئی تھی اور وہ پہلے
سے زیادہ تیزی سے قدم اٹھا رہے تھے۔ راستے میں کئی
وہی بستاں اور گاؤں نظر آئے لیکن وہ اُن سے ہٹ کر
سفر کرتے رہے۔ پہلی کا پٹر دوبارہ نظر نہیں آئے تھے۔
تقریباً ڈیڑ گھنٹہ مسلسل چلنے کے بعد وہ ایک پختہ
سڑک پر جا پہنچے۔ سڑک ویران پڑی تھی۔ وہ سڑک
کے کنارے دائیں طرف بڑھ گئے۔ کچھ دور چلنے کے بعد
انہیں ایک سنگ میل نظر آیا اور تب انہیں پتہ
چلا کہ وہ دارالحکومت سے دو سو میل کے فاصلے پر جنوب
مغرب میں تھے۔ قریب ترین شہر وہاں سے پچاس میل
کے فاصلے پر تھا۔ عمران نے وہیں رک کر کسی سواری کا انتظار
کرنا مناسب سمجھا۔ وہ لوگ سڑک سے اتر کر کنارے کے
درختوں کی آڑ میں بیٹھ گئے جبکہ عمران سڑک کے کنارے
بیٹھ گیا۔

انہیں زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا۔ تقریباً پانچ منٹ
بعد ہی دور سے کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹس چمکنے لگیں جو
لمحہ بہ لمحہ قریب آتی چلی گئیں۔ وہ کوئی ٹرک معلوم ہوتا
تھا۔ عمران نے اپنے ساتھیوں کو قریب بلا لیا۔ ٹرک

نزدیک آیا تو اس نے ہاتھ سے اسے رکنے کا اشارہ کیا
اور ٹرک ان کے سامنے آ رکا۔ وہ ایک مال بردار ٹرک
تھا جس میں صرف ڈرائیور اور کلنیر سوار تھے۔ جبکہ عقبی
حصے میں فروٹ کی پٹیاں لدی ہوئی تھیں۔ عمران
کے استفسار پر ڈرائیور نے بتایا کہ وہ دارالحکومت جا
رہے تو عمران نے اسی کے ذریعے دارالحکومت پہنچنے
کا فیصلہ کر لیا۔ چند لمحوں بعد تنویر، صفر چوہان، جولیا اور
غاور عقبی حصے میں بیٹھے تھے اور عمران کیپٹن بابر کے ہمراہ
ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا سفر کر رہا تھا۔ فروٹ کی پٹیوں کی
ترتیب بدل کر ٹرک کے درمیانی حصے میں ایک خلا پیدا کیا
گیا تھا جس میں عمران کے ساتھی بیٹھے تھے اور ٹرک کا
کلنیر پٹیوں کے اوپر بیٹھا تھا۔

کسی دشواری کے بغیر طے ہوا اور دن کے
سفر پر سارے گیارہ بجے ٹرک دارالحکومت
کے نواح میں پہنچ گیا۔ عمران نے چند گھنٹے پہلے ایک شہر
سے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے ریڈی میڈ ملبوسات
خرید لئے تھے۔ دارالحکومت سے دو میل پیچھے اس نے
ٹرک رکوا یا اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ٹرک سے اتر گیا
ٹرک کے کنارے گھنے درخت تھے۔ انہوں نے باری

باری درختوں کے پیچھے جا کر لباس تبدیل کئے۔ آخر میں جو لیا لباس تبدیل کر کے آئی۔ فوجی وردیوں سے چھٹکارا ہانے کے بعد عمران نے تمام وردیاں درختوں کے عقب میں جمع کر کے جلا ڈالیں۔

چند منٹ بعد ایک مسافر بس آتی دکھائی دی وہ بس روک کر اس میں سوار ہوئے جس نے پانچ چھ منٹ بعد انہیں شہر پہنچا دیا۔ ایک چوک پر اتر کر وہ لوگ تین گروپوں کی صورت میں علیحدہ علیحدہ ٹیکسیوں میں سوار ہوئے اور دو دو منٹ کے وقفے سے ناصر کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے۔ ناصر نے اپنے ملازم کو کھانا تیار کرنے کی ہدایت کی جبکہ عمران کے ساتھی غسل کرنے لگے۔ عمران نے گھڑی پر وقت دیکھا۔ خبروں کا وقت ہونے والا تھا۔

”ناصر — ریڈیو ہے تمہارے پاس —“
 عمران نے ناصر سے پوچھا: ”ہے تو جلدی لے آؤ۔“
 ”جی ہاں — ابھی لایا —“ ناصر نے کہا۔
 اور کمرے سے نکل گیا۔ ایک منٹ بعد وہ ریڈیو لے آیا۔ عمران نے ریڈیو آن کیا اور انتظار کرنے لگا ایک منٹ بعد نیوز بلٹین شروع ہوا تو سب سے پہلی خبر سن کر عمران نے اطمینان کا سانس لیا وہ خبر بلیک

پراجیکٹ کی تباہی کے بارے میں تھی۔ خبر تفصیل کے ساتھ نشر کی گئی اور تباہی کیا کہ غیر ملکی جاسوس جن کا تعداد پاکستان سیکرٹ سروس سے تھا ابھی تک گرفتار نہیں کئے جاسکے۔ اس وقت ملک کی تمام اینٹی جنیس ایجنسیاں اور خفیہ ادارے انہیں تلاش کر رہے ہیں۔ بلیک پراجیکٹ جو کہ پٹامن مقاصد کے لئے زیر تکمیل تھا، کی تباہی سے کروڑوں ڈالر کا نقصان ہوا ہے جبکہ پراجیکٹ پر موجود تقریباً دو سو افراد ہلاک اور بچاؤ سے نامزد زخمی ہو گئے ہیں۔ حکومت نے اعلان کیا ہے کہ پاکستانی جاسوسوں کی نشاندہی کرنے یا ان کی گرفتاری میں مدد دینے والے کو دس لاکھ روپے کا انعام دیا جائے گا۔

نیوز بلٹین ختم ہوا تو عمران نے مسکراتے ہوئے ریڈیو آف کر دیا۔ اسی لمحے جو لیا کمرے میں داخل ہوئی۔

”کیا بات ہے۔ کیوں مسکرا رہے ہو؟“ اس نے پوچھا
 ”پراجیکٹ تباہ ہو چکا ہے۔“ عمران نے تباہی
 ”وہ تو ہونا ہی تھا۔“ جو لیا نے ہنس کر کہا۔
 ”لیکن مجھے اندیشہ تھا کہ وہ لوگ ہمارے فرار کے
 بعد وہاں کی تلاشی لے کر ٹائم بموں کو ناکارہ نہ بنادیں
 اس لئے ان کے پاس کم از کم نصف گھنٹے کا وقت تھا
 مگر وہ ہماری گرفتاری کے چکر میں، اس طرف توجہ نہ دے

کے تھے۔
 ”ہاں۔۔۔ یہ ممکن تھا کہ وہ ہمارا مشن ناکام بنا دیتے۔۔۔ بہر حال ہماری محنت رنگ لائی ہے۔
 جولیہ کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔
 ”محنت تو رنگ لائی ہے۔ ہماری محبت کب رنگ لائے گی۔۔۔؟“ عمران نے مسکرا کر کہا۔
 ”کیا مطلب۔۔۔؟“ جولیہ نے اسے گھورا۔
 ”یعنی دو نیچے خوشحال گمراہ۔۔۔“ عمران آنکھ دبا کر بولا۔

”بہت بہودہ ہو تم۔۔۔“ جولیہ عزائی۔ میں چیف سے تمہاری شکایت کروں گی۔
 ”تم شکایت کرو گی اور وہ میری حمایت کرے گا وہ بھی جانتا ہے کہ قبول کنفیوشس۔ نیچے دو ہی اچھے۔
 ”بھاڑ میں جاؤ۔۔۔“ جولیہ منہ بنا کر بولی۔
 ”یہ جملہ صرف بیویوں کے منہ سے اچھا لگتا ہے۔“ عمران احمقانہ لہجے میں بولا۔ ”جبکہ تم ابھی مس ہی ہو۔“
 جولیہ غصے میں کچھ کہنے ہی والی تھی کہ صفدر اندر داخل ہوا اور وہ ہونٹ بیچ کر رہ گئی۔
 ”خیریت۔۔۔ میں جولیہ غصے میں کیوں ہیں۔“
 صفدر نے مسکرا کر عمران سے پوچھا۔

”بیچاری کو نہ مکر کھائے جا رہی ہے۔۔۔“ عمران بولا۔
 ”اوہ۔۔۔ کس چیز کی فکر۔۔۔؟“ صفدر چونکا۔
 ”یہی کہ عمر یا بیٹی جائے۔ کوئی رشتہ نہ آئے۔“
 عمران نے حماقت آمیز لہجے میں کہا۔ جولیہ نے اسے غور سے دیکھا اور پاؤں سے سینڈل اتار لیا۔
 صفدر مسکرا رہا تھا۔
 ”خبردار۔۔۔“ عمران نے بوکھلا کر جولیہ کو لکھایا۔
 میں خالی پیٹ ہوں۔ کھانا کھانے سے پہلے سینڈل نہیں کھا سکوں گا۔“
 جولیہ کو اس کی بات پر بے اختیار ہنسی آگئی مگر اس نے ہنسی ضبط کر لی۔
 ”تم نے اب بکو اس کی تو اتنے جوتے ماروں گی کہ گنتی بھول جاؤ گے۔“ وہ غصیلے لہجے میں بولی اور سینڈل فرش پر ڈال دیا۔
 ”وہ تو تمہارے عشق میں پہلے ہی بھول چکا ہوں اب ایک اور ایک کو دو کی بجائے گیارہ سمجھتا ہوں۔“
 جولیہ نے دوبارہ سینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا مگر اسی لمحہ تنویر کمرے میں داخل ہوا اور اس نے ہاتھ روک لیا۔

”آؤ دولہا بھائی جان۔۔۔“ عمران ہانک لگائی۔
 کب بکر رہے ہو شادی کا خلیفہ بربادی۔۔۔؟
 ”مذاق مت کرو عمران۔۔۔ میں سبجیدو ہوں۔۔۔“
 تنویر غصے لگے بولا۔

”یار صفدر۔۔۔ یہ نئی خبر ہے نا۔۔۔“ عمران نے
 صفدر سے کہا۔۔۔“ اب اسے بھی پتہ چل گیا ہے کہ
 سبجیدگی کس چڑیا کا نام ہے۔۔۔“
 صفدر کچھ کہنے کی بجائے مسکرا کر رہ گیا۔ چند لمحوں
 بعد دوسرے میز پر بھی آگئے۔ ناصر اور اس کے ملازم
 نے میز پر کھانا لگا دیا وہ کھانا کھانے لگے۔ ناصر بھی
 شریک تھا۔ کھانے کے بعد عمران نے ان سے کہا۔
 ”اب تم لوگ کل شام تک گھوڑے گدھے بیچ کر
 آرام کرو۔ کل رات براستہ عرب امارات ہماری وطن
 واپسی ہوگی۔“ پھر اس نے ناصر سے کہا۔ ”تم
 کل تک ہمارے لئے نئے پاسپورٹوں اور دیگر کاغذات
 کا بندوبست کرو۔۔۔“ چند لمحوں بعد تمام محکمہ آرام
 کرنے کیلئے دوسرے کمروں میں چلے گئے۔ عمران نے ناصر
 سے زیر و فور کا لٹرائسنگ منگوا یا اور اس پر بلیک ماریو
 سے رابطہ قائم کر کے اسے مشق کی کامیابی کی خوشخبری سناتے لگا۔



صَدر شَاهِین

مکتبہ یادگار کمرہ ۱۵ قذافی مارکیٹ اردو بازار لاہور